بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح مخدوم علی مہائمی رحمہ المعطی

۱۴۳۵ھ

از

فاروق خاں مہائمی مصباحی

ناشر: مسلم اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن آف انڈیا(M.S.O)

کتاب کانام : سوانح مخدوم علی مہائمی رحمہ المعطی (۱۴۳۵ھ)
مصنف : فاروق خاں مہائمی مصباحی
کمپوزنگ : محمد فاروق رضا مصباحی، کاسرگوڈ، کیرالا - محمد احمد رضا مصباحی، کرلا
پروف ریڈنگ : محمد شاہ رخ رضا، مصباحی، احمد نگر - محمد جاوید عالم مصباحی، ممبئی
اشاعت اول : جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق مارچ ۲۰۱۴ء
ناشر : مسلم اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن آف انڈیا (M.S.O)
تعداد : ۱۱۰۰
صفحات : ۹۶
قیمت : ۶۰ روپے /

ملنے کے پتے

- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ۔ ۲۷۶۴۰۴
- حق اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ۔ ۲۷۶۴۰۴
- اقرا بک ڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
- ناز بک ڈپو، بھنڈی بازار، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
- نیو سلور بک ایجنسی، بھنڈی بازار، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۳

انتساب

حضرت مولانا نورالقمر ابن رقم مصباحی
استاد دار لعلوم علی حسن اہل سنت، ممبئی ۲۷
کے نام
جنھوں نے مطالعہ کرنے اور لکھنے کی عادت ڈلوائی۔

احقر: فاروق خاں مہائمی مصباحی

فہرست

پیش لفظ

پچھلے ۶۰۰ سالوں سے حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کا مزار مرکز عقیدت بنا ہوا ہے۔ کیا امیر کیا غریب، کیا مسلمان کیا ہندو، سبھی پر آپ کا فیضان یکساں برس رہا ہے۔ راقم بچپن ہی سے اپنے دوست واحباب کے ساتھ آپ کے مزار پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر وہ دعا جس میں راقم نے حضرت مخدوم کو وسیلہ بنایا ہے، قبول فرمائی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے: ''وابتغوا الیہ الوسیلۃ''۔ راقم الحروف نے پیش نظر کتاب کا تاریخی نام ''سوانح مخدوم علی مہائمی رحمہ المعطی'' نکالا ہے جو یقیناً حضرت مخدوم علی مہائمی کا فیضان ہے۔ ۱۴۳۵ھ

راقم اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے ۲۰۱۰ء کو ہندوستان میں اہل سنت کی عظیم درس گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور آیا اور اس وقت حیرت میں پڑ گیا جب اشرفی دار المطالعہ میں اس نے مصر سے چھپی تفسیر مہائمی کا مطالعہ کیا، اسی وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی عظیم علمی شخصیت کس قدر پردۂ خفا میں ہے، آپ کی ذات پر ضرور کام ہونا چاہیے۔ پھر ۲۰۱۱ء میں جب علامہ یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ العالی نے ایک محفل میں راقم سے یہ فرمایا کہ ''سارے ممبئی والے حضرت مخدوم مہائمی کے نام کا کھاتے ہیں مگر ان پر کوئی کام نہیں کرتا''، تو حضرت کی اس گفتگو نے دل کو جھنجھوڑ دیا اور یہ عزم کر کے وہاں سے اٹھا کہ حضرت مخدوم پر کام کرنا ہے اس کے بعد مواد کی فراہمی میں جٹ گیا۔

حضرت مخدوم علی مہائمی پر سب سے اہم ماخذ سید ابراہیم مدنی کا رسالہ "ضمیر الانسان" اور یوسف کھٹ کھٹے کا رسالہ "کشف المختوم فی حالات الفقیہ المخدوم" ہے۔ممبئی کی کئی یونیورسٹیوں کی چھان بین کرنے کے باوجود رسالہ ضمیر الانسان نہ مل سکا اس لیے دوسری کتابوں میں جہاں کہیں ضمیر الانسان کا حوالہ ملا اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ظاہر ہے اس تحقیقی کام میں کافی محنت لگی ہے تعلیمی سرگرمیوں سے وقت نکال کر وقفے وقفے سے یوپی کی اہم لائبریریوں میں جاکر کتابوں کی چھان بین کرنا،ممبئی کی یونیورسٹیوں کا چکر لگانا ایک دشوار کن مرحلہ تھا،مگر حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے کرم ،اساتذہ کرام اور والدین دام ظلہم العالی کی دعاؤں سے ساری مشکلیں حل ہوگئیں۔

سب سے پہلے استاذ گرامی مولانا اختر حسین فیضی مصباحی دام ظلہ،استاد جامعہ اشرفیہ،مبارک پور کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی،مواد کی ایک طویل فہرست عطا فرمائی،اپنے بے پناہ مصروفیات کے باوجود کتاب کی تصحیح فرمائی اور ایک گراں قدر مقدمہ بھی لکھا۔مولانا سلیم مصباحی،گجرات نے "کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد" سے ضروری مواد فراہم کیا۔مولانا ازہر الاسلام ازہری مصباحی،استاد جامعہ اشرفیہ،مبارک پور،عربی اقتباسات کے ترجموں پر نظر ثانی فرمائی۔محب مکرم محمد شاہ رخ رضا مصباحی،احمد نگر نے مبیضہ تیار کرنے میں ساتھ دیا اور اہم مشوروں سے بھی نوازا،آپ نے اور محمد جاوید عالم مصباحی،ممبئی،نے پروف ریڈنگ کی،محمد فاروق رضا مصباحی،کاسرگوڈ،کیرالا اور محمد احمد رضا مصباحی،ممبئی نے کتاب کی کمپیوزکی۔جناب نور پرکار،لائبریرین" حضرت مخدوم علی مہائمی میموریل اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ اینڈ لائبریری"،جناب حسین پرکار ،بھارت پرچار سبھا،چرنی روڈ اور شیخ الطاف حسین مصباحی،ممبئی کی بدولت کچھ اہم ماخذ ہاتھ لگے۔ان کے علاوہ مفتی جاوید عالم مصباحی علیگ،بھیونڈی،سید مرتضی قادری مصباحی،کرناٹک،مفتی ریاض مصباحی ،سیوان، محمد شمشیر علی مصباحی،گجرات، محمد طاہر رضا مصباحی مرادآباد،محمد سراج احمد مصباحی،مہراج گنج ،محمد انور رضا مصباحی،بہرائچ،محمد محی الدین،گونڈہ،محمد احمد رضا مصباحی،کرناٹک،کا بھی بعض مقامات پر تعاون رہا۔میں ان سب حضرات کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔حقیقت تو یہ ہے کہ اگر والد محترم جناب مصطفی خان اشرفی کی حوصلہ افزائی اوران کا خاطر خواہ کے مالی تعاون نہ ہوتا تو یہ کتاب منظر عام پر نہ آتی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا سایہ کرم ہمارے

سرپر تادیر قائم رکھے۔اور ہمارے علم وعمل میں برکت اور دین پر استقامت نصیب فرمائے۔اور اس کتاب کو قبول عام بنائے۔

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ پر کام کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر کام کرنے کا پختہ ارادہ ہو توسب منزلیں آسان ہوجاتی ہیں،اس لیے راقم الحروف نے اولیاے مہاراشٹر پر کام کرنے کو اپنا اگلا ہدف بنایا ہے اگر اللہ نے چاہاتواس پر بھی تحقیقی کام ضرور ہوگا۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فاروق خاں مہائمی مصباحی
روم نمبر ۴۰۶،چوتھامنزلہ،تیوراپارٹمنٹ
سائن ماہم لنک روڈ،ماہم ایسٹ،ممبئی۔۱۷

۲/۵/۱۴۳۵ھ
۴/۳/۲۰۱۴ء
سہ شنبہ

تقدیم

ادیب شہیر حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی دام ظلہ

استاد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

تاریخ ہند کی ورق گردانی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس وسیع ملک کے مختلف گوشوں میں مسلمانوں کا اقتدار رہا اور بعض دوسری سلطنتیں ان کی سطوت سے مرعوب بھی رہیں، اس کے باوجود مسلمانوں کی ان باوقار حکومتوں سے اسلام کی خاطر خواہ اشاعت نہیں ہوئی، ہاں بعض حکم رانوں کی علم دوستی اور اسلام پروری سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا، یہ ساری چیزیں تسلیم کرنے کے بعد یہ اعتراف ضروری ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے اندر خاصان خدا اور پاکان امت نے اسلام کے فروغ واشاعت میں جو تگ و دو کی اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی، یہ انہیں خدا رسیدہ بزرگوں کا صدقہ ہے کہ اس سرزمین میں اسلام کو ہمہ گیری اور وسعت نصیب ہوئی، اللہ کے ان خاک نشین بندوں نے ہر قسم کا چین اور سکون تج کر دین حق کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیا ان گلیم پوشوں کے پاس تو ظاہرا کوئی ذریعۂ تبلیغ نہ تھا لیکن ان کی خدا ترسی، للّٰہیت اور دنیا بیزاری کی وجہ سے انھیں ایسی خدائی طاقتوں سے نوازا گیا، جن کی وجہ سے اشاعت حق کی خاطر وہ ہر پرخار وادی آسانی سے طے کر لیتے اور یہ عمل انھوں نے ہندوستان کے ہر ہر خطہ میں کیا، لیکن اسلام کی آمد

اور اس کی تبلیغ جس علاقے میں سب سے پہلے ہوئی وہ ہندوستان کا مغربی ساحلی علاقہ ہے، جسے جغرافیا دانوں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے؛

❶ شمالی حصہ، جسے "گجرات" کہا جاتا ہے ❷ وسطی حصہ جسے "کوکن" کہا جاتا ہے ❸ جنوبی حصہ؛ جسے "ملیبار" کہاجاتا ہے۔

ان علاقوں میں داعیان اسلام کا ورود ہوااور یہیں سے پورے ہندوستان کواسلام کی روشنی ملی، ان واردین میں قبیلۂ قریش کی ایک شاخ جس نے حجاج بن یوسف کے ظلم وستم سے خوف زدہ ہوکر مدینہ منورہ کی اقامت ترک کردی اور آکر بحر ہند کے ساحل پر آباد ہوگئی۔(سبحۃ المرجان۔ص:۷۹ سید غلام علی آزاد۔معہد الدراسات الاسلامیہ،علی گڑھ)

قبیلۂ قریش کی وہ شاخ بحر ہند کے جس ساحل پر فروکش ہوئی وہ علاقۂ کوکن کی ایک بستی "مہائم" ہے جو قدیم زمانے میں گجرات کے زیر نگیں تھا اور اب مہاراشٹر کے دارالسلطنت ممبئی کا قابل قدر حصہ ہے جسے اس وقت "ماہم" کہا جاتا ہے، جہاں کی علمی وروحانی شعاعیں ایک عالم کو منور کر رہی ہیں، اسلام کے داعی اور علم وعرفان کے تاجدار شیخ مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ بہ اختلاف روایت مہائم یا کلیان میں پیدا ہوئے، جن کی برکتوں سے صرف علاقۂ کوکن ہی نہیں بلکہ اس کے اطراف وجوانب بھی مستنیر ہوئے۔

حضرت مخدوم ۷۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۳۵ھ میں وفات پائی، گویا آپ نے ۲۴۔سال آٹھویں صدی ہجری کے پائے ۳۵۔سال نویں صدی ہجری کے، اس طرح کل انسٹھ سال آپ نے اپنے علم و دانش اور سلوک و معرفت سے اس جہان فانی کو زینت بخشی، اس عہد میں جہاں مسلمان سلاطین کے جہاں بانی کی دھمک محسوس کی جاتی تھی وہیں اسلامی علوم وفنون کی ترقی کی راہیں بھی استوار تھیں، اس وقت دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق کا بھتیجا فیروز شاہ تغلق حکومت کر رہا تھا، اس کا زمانہ تاریخ میں امن وامان کا زمانہ کہا جاتا ہے، ساتھ ہی اس بات کے بھی شواہد ملتے ہیں کہ اس دور میں علم و ادب کے فروغ اور شریعت اسلامی کی ترویج واشاعت پر بڑی خوش گوار توجہ دی گئی، دکن اور گجرات کے علاقوں میں

بھی علوم و فنون کے غلغلے تھے، اس عہد زریں میں حضرت مخدوم علی مہائمی علمی اور روحانی اعتبار سے ہر عام و خاص کے مرکز توجہ تھے، خلق خدا، علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی طرف رخ کرتے تھے جس کی وجہ سے "ماہم" شراب معرفت کا مے خانہ اور علم وآگاہی کا گہوارہ بن گیا۔

آپ نے تصنیفات کا اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا جس میں سب سے مشہور کتاب "**تبصیر الرحمن وتیسیر المنان**" معروف بہ "تفسیر مہائمی" ہے، یہ تفسیر جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کی قدیم لائبریری "اشرفی دارامطالعہ" میں موجود ہے جو مطبع بولاق مصر کی چھپی ہوئی ہے، اس کے علاوہ راقم السطور نے حضرت کی کوئی کتاب نہیں دیکھی ہے، صرف تذکروں میں نام پڑھا ہے۔

حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ تصنیف و تالیف میں صرف کیا، جسکے نتیجے میں بہت سی کتابیں وجود میں آئیں، لیکن بے توجہی کی وجہ سے بیش تر کتابیں ضائع ہوگئیں اور جو بچی بھی ہیں تو وہ مختلف کتب خانوں کی محض زینت ہیں، ان کی اشاعت کی طرف کوئی توجہ نہیں، یہی حال حضرت کی سوانح اور ان کے کارناموں کا ہے کہ اہل تعلق نے اس کی طرف بھی خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ سنا ہے کہ حضرت مخدوم علی مہائمی کے نام سے انھیں کے درگاہ کے پاس کوئی لائبریری بھی قائم ہے کتابوں کی اشاعت بھی ہوتی ہے اور اس کے ارباب حل و عقد حضرت مخدوم صاحب کی تصنیفات کی فراہمی میں بڑی محنت کرتے ہیں اوران کے علمی ورفاہی کارناموں تک اہل شوق کی رسائی کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، ایسے علم دوست اور باذوق حضرات سے بھرپور توقع ہے کہ وہ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور تبلیغی خدمات کے تعارف میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حضرت مخدوم مہائمی کے زیر دیوار بسنے والے ایک لائق فرزند، عزیز سعید مولانا فاروق خاں مہائمی نے حضرت مخدوم صاحب کی حیات اور کارناموں کے تعارف کی ضرورت محسوس کی اس کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے لائبریریوں اور علمی مراکز کی زیادہ پیمائی کی، نتیجے میں آپ کی حیا وآفکار پر مشتمل حوالوں سے مزین ایک وقیع مرقع تیار کردیا جو یقینا حضرت کے تعارف میں سنگ میل کا کام دے گا واضح رہے کہ مولانا فاروق خاں مہائمی سلمہٗ، دنیاے اسلام کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں درجۂ فضیلت کے طالب علم ہیں، اپنی دستار فضیلت کے موقع

سے یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں،اللہ تعالی ان کی تحریر میں پختگی عطافرمائے اور علمی و دینی خدمات کی توفیق سے شاد کام فرمائے۔

کوئی چھ مہینے پہلے کی بات ہے کہ ایک روز مرتب کتاب مجھ سے ملے اور کہا کہ حضرت مخدوم علی مہائمی پر ایک کتاب تیار کرنی ہے اور مواد کی ضرورت ہے،اس سلسلے میں ہماری مدد کیجیے،ان کا یہ حوصلہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ابھی چند مہینے پہلے اپنے اکابر کی سرپرستی میں حضرت کی حیات وخدمات اور افکار ونظریات کوعام کرنے کی پیش رفت ہوئی تھی،مواد کی فراہمی شروع ہوگئی تھی ،لیکن کچھ نا مساعد حالات کی وجہ سے کام کی رفتار یک لخت رک گئی اور التوا کا شکار ہوتی رہی،جب مولانا نے اپنا مدعا سامنے رکھا تو میرے پاس جتنے مواد تھے میں نے یہ سوچ کر ان کے حوالے کردیے کہ کام جتنی جلدی ہوجائے بہتر ہے،ان حوالوں اور دوسرے مستند حوالوں کی مدد سے حضرت مخدوم مہائمی رحمۃ اللہ کا ایک تذکرہ بنام تاریخی "سوانح مخدوم علی مہائمی رحمہ المعطی"(۱۴۳۵ھ) تیار ہوگیا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے،سچائی یہ کہ ابھی یہ تذکرہ ایک خاکے کی حیثیت رکھتا ہے،اس میں رنگ بھرنے کی ضرورت ہے امید ہے کہ یہ کام بھی مؤلف ہی کے قلم سے انجام پائے گا،اللہ تعالی ان کے علم وعمل میں ترقی عطافرمائے،آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

اختر حسین فیضی مصباحی	۲/۵/۱۴۳۵ھ
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور،اعظم گڑھ	۴/۳/۲۰۱۴ء سہ شنبہ

باب اول

ماہم تاریخ کے آئینہ میں

مغربی ہندوستان کے سمندری علاقے "کوکن" کہلاتے ہیں جنہیں مہا بھارت نے "اپرانت" اور عرب سیاحوں نے "کن کن" اور "کم کم" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ ممبئ اور اس کے مضافات کا تعلق اسی کوکن سے ہے۔ عہد قدیم میں یہ سات جدا جدا جزیروں پر مشتمل تھا یعنی قلابہ، بمبئی، مجگاؤں، پریل، ورلی، سائن اور ماہم۔ ان کے متعلق سب سے قدیم حوالہ بطلیموس (۱۵۰ء) کی تصنیف سے ملتا ہے جس نے اس مجموعۂ جزائر کو "ہیئت نیسیہ" کے نام سے یاد کیا ہے[1] طویل مدت تک ان جزائر پر کوئی آبادی نہ تھی۔ حیرت ہوتی ہے کہ ترقی کی ساری منزلوں کو عبور کر جانے والے اس شہر پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب یہ محض خاردار جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا ایک غیر آباد ٹاپو تھا۔

سب سے پہلے اس علاقہ پر شہنشاہ اشوک کا قبضہ ہوا اس کے بعد جنوبی ہند کا نامور خاندان "ساتواہن" قابض ہوگیا۔ ساتواہن کے زوال کے بعد چوتھی صدی کی تاریخ دھندلی سی نظر آتی ہے البتہ کچھ دنوں تک "نری کوئیک" نامی ایک غیر معروف خاندان بھی اس پر قابض رہا۔ پھر راشٹر کوٹ خاندان کے اقتدار میں آیا۔ اس کے بعد چھٹی صدی عیسوی میں موریہ خاندان نے شمالی کوکن مع جزائر ممبئ پر قبضہ کرلیا۔ جس کا پایہ تخت "ایلفنٹا" تھا پھر چالوکیہ خاندان کے "کرتی ورمن اول" (۵۷٦ھ__۵۹۱ھ) نے

(1)The rise of bombay . by SM Edward p.3

کوکن پر فوج کشی کردی۔ اور اس کے بیٹے پل کیسن دوم نے موریہ حکومت کا مکمل صفایہ کر دیا[1]

نویں صدی عیسوی کے ابتدائی سالوں سے چالوکیہ سلطنت کا زاول شروع ہو گیا اور پھر ۸۱۰ء سے دھیرے دھیرے شمالی کوکن پر سلہاڑا خاندان نے قبضہ جمانا شروع کیا اور ۱۲۶۰ء تک اس خاندان کے کل بیس حکمراں شمالی کوکن بشمول جزائر ممبئی پر حکومت کرتے رہے۔ ان کے زمانے میں تھانہ، سجان، سوپارہ، کلیان، بسین، اڑان اور چیول وغیرہ مشہور تجارتی مراکز تھے۔ سلہاڑا خاندان کے آخری راجا سو میشور نے دیوگیری کے راجا "مہادیو" کے ہاتھوں شکست کھائی اور ۱۲۶۰ میں اس کا سارا علاقہ دیوگیری میں ضم کر دیا گیا۔ راجا مہادیو کے بعد اس کے بیٹے رام دیو نے حکومت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لی۔ ۱۲۹۲ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے دیوگیری پر حملہ کر کے یادو خاندان کی حکومت کو بکھیر کر رکھ دیا۔ رام دیو کے دو لڑکے تھے شنکر دیو اور بمب دیو (بھیم دیو)۔ بھیم دیو شمالی کوکن کی طرف بھاگ گیا اور اس کے تھوڑے سے علاقے پر قابض ہو گیا۔ اور جب وہاں اپنے قدم جما لیے تو ماہم کو اپنی راجدھانی بنا کر ۱۶۲۴ گاؤں پر مشتمل شمالی کوکن کو پندرہ ضلعوں میں تقسیم کر دیا[2]

بھیم دیو کے دور حکومت میں ماہم کی آبادی کولیوں اور کوکنی مسلمانوں پر مشتمل تھی اس وقت جزیرۂ ماہم نوالے اور بارڈ بیٹ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ بھیم دیو نے اس کا نام مہی کاوتی رکھا جو بعد میں مہائم اور پھر ماہم ہو گیا۔ ۱۳۰۲ء میں راجا بھیم دیو کی موت ہو گئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پرتاب بمب یا پرتاب شاہ اس کا جانشیں ہوا۔ ۱۳۲۱ء میں چیول کے حکمراں ناگر دیو نے اسے شکست دے کر اس کی ساری حکومت اپنے نام کر لی۔ ۱۳۴۷ء میں یہ سارا علاقہ سلطنت دہلی کے صوبہ گجرات میں شامل کر لیا گیا۔ اور پھر چند سالوں بعد گجرات میں جداگانہ آزاد مملکت کا قیام عمل میں آیا۔

سلاطین دہلی کا ماہم پر قبضہ

علاء الدین خلجی نے دیوگیری کی تسخیر کے بعد راجا رام دیو کو اس کی ساری ریاست لوٹا دی تھی بلکہ نو ساری کا علاقہ بھی اس کے سپرد کر دیا تھا۔ رام دیو کے بعد شنکر دیو دیوگیری کے تخت پر بیٹھا مگر اس نے

---

(2)Thana Gazetter Voll 2 p:412

(1)Early History The Toward Island of Bobbay by P.B Juhi p : 10

بادشاہ دہلی کو سالانہ خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے علاء الدین نے ۱۳۱۲ء میں اس پر فوج کشی کر کے اسے ٹھکانے لگا دیا اور ہرپال دیو کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے بھی کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ دہلی سے بے وفائی کی جس کے بدلے اسے بھی اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ۱۳۱۸ء میں سلطان قطب الدین مبارک شاہ اول نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ علاقہ ممبئ کو اس کی مملکت میں شامل کیا جائے اور اس خطہ کا مرکزی شہر تھانہ قرار دیا۔ اور ماہم کے اندر شاہی فوج کا مستقر قائم کیا۔

تغلق خاندان کے اقتدار میں فیروز شاہ تغلق نے ظفر خان نامی ایک امیر کو گجرات اور شمالی کوکن کا صوبہ دار بنا کر روانہ کیا۔ ظفر خان جب ناظم اعلی بن کر اس علاقہ میں آیا تو نوساری اور ماہم میں دو گورنر مقرر تھے، جو عہد خلجی کے یادگار تھے۔ اس نے ان دونوں کو معطل کر کے اپنے معتمد افسروں کا تقرر کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد فیروز شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا محمد شاہ تخت نشیں ہوا۔ ۸۰۱ھ میں تیمور گورگان ننے دہلی پر حملہ کر کے خاندان تغلق کا شیرازہ بکھیر دیا۔ جون پور اور مالوں کے حکام بھی خود مختار ہو گئے۔ تب علما و مشائخ کے اصرار پر ظفر خان نے بھی ۸۱۰ھ میں مظفر شاہ لقب اختیار کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دہلی کے تباہ شدہ خاندانوں کو سہارا دیا۔ علما اور مشائخ کو بااطمنان زندگی بسر کرنے اور دل جمعی کے ساتھ فرائض منصبی ادا کرنے کا بندوبست کیا۔ ۸۱۳ھ/۱۴۱۰ء میں ظفر خان کا انتقال ہو گیا۔[1]

ماہم اور شاہان گجرات

مظفر شاہ کی وفات کے بعد اس کا پوتا احمد شاہ ۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء میں حاکم ہوا۔ سلطان احمد شاہ کے عہد میں ملک الشرق کو ماہم کا ناظم مقرر کیا گیا۔ ملک الشرق نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ قابل کاشت زمینوں کی از سر نو پیائش کرا کے سرکاری آمدنی میں اضافہ کیا۔ اس عرصہ میں بھیم راج کے بھنڈاری سردار نے علم بغاوت بلند کر دیا اور ماہم پر قبضہ کر لیا۔ اس کی بغاوت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ سلطان احمد شاہ دکن نے بھی شمالی کوکن کو فتح کرنے کے لیے فوج روانہ کر دی۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان گجرات نے اپنے بیٹے ظفر خان کو روانہ کیا۔ دکنی اور گجراتی فوجوں میں آبنائے تھانہ کے قریب تصادم ہوا۔ دوران جنگ دکنی فوج کو شہزادہ علاء الدین بہمنی کی کمک پہنچ گئی۔ اس کے باوجود گجراتی فوج فتح یاب ہوئی۔ اسی اثنا حاکم ماہم قطب

(۱) تاریخ فرشتہ ج۱ متفرق مقامات

خان کی اچانک وفات ہوگئی۔قطب خاں کی وفات کے بعد ایک بار پھر دکنی فوج اور سلطان گجرات کے درمیان مقام تھانہ میں جنگ ہوئی۔اور دکنی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ظفر خان ابھی تھانہ میں تھا کہ ملک التجار موقع پاکر ماہم پر قابض ہوگیا۔ظفر خان کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ فوج لے کر اس طرف بڑھا اور ماہم کا محاصرہ کرلیا۔جس میں ملک التجار کو پسپا ہونا پڑا۔[1]

سلطان احمد شاہ کے دور میں گجرات اور اس کے متعلقہ علاقوں نے علم و فن صنعت و حرفت ،تجارت وزراعت میں کافی ترقی کی۔اسی کے عہد میں حضرت مخدوم علی فقیہ مہائمی نے اپنی عظیم المرتبت تصنیف تفسیر تبصیر الرحمن لکھی۔اس نے ۳۲ سال نہایت ہی نظم وضبط سے حکومت کی اور ۸۴۶ ھ ۱۴۴۲ء میں وفات پائی۔

سلطان احمد شاہ کے بعد محمد شاہ ثانی ۸۴۶ھ۔۱۴۴۲ء قطب الدین احمد شاہ ۸۵۵ھ۔۔۱۴۵۱ء محمود بیگڑہ ۸۶۳ھ۔۔۱۴۵۸ء مظفر حلیم ۹۱۷ھ۔۔۱۵۱۱ء سکندر ۹۳۲ھ۔۔۱۵۲۵ء بہادر شاہ ۹۳۲ھ۔۔۱۵۲۵ء تک علی الترتیب ماہم،شاہان گجرات کے ماتحت رہا۔

عید میلاد کا اہتمام

حضور اقدس ﷺ کا جشن ولادت بھی پایۂ تخت گجرات میں خوب دھوم دھام سے منایا جاتا۔پہلی ربیع الاول سے صبح و شام نعت خوانی ہوتی جس میں سادات ،ائمہ مساجد،مشائخ صوفیہ ،زہاد ،عباد،صلحا،فقرا اور عوام سب شریک ہوتے شاید ہی کوئی معزز اور مشہور آدمی اس میں شریک سے محروم رہ جاتا۔یہ اجتماع بارہ ربیع الاول تک جاری رہتا،اس میں نعت خوانی کے ساتھ قرآن خوانی اور حدیث خوانی بھی ہوتی۔اور جب ولادت کا ذکر قریب آتا تو سلطان بھی پہنچ جاتا ، پھر خلعت لایا جاتا،جس میں سلے ،بن سلے کپڑے ہوتے جو ترتیب کے ساتھ میلاد خواں کو پھر خاص لوگوں کو پھر عام لوگوں کو دیے جاتے ۔کوئی وہاں سے محروم واپس نہیں آتا۔اس کے بعد شکر کا خوشبودار شربت لاکر تمام لوگوں کو پلایا جاتا۔پھر محل کے صحن میں ارباب تصوف جمع ہوکر نعت خوانی کا اہتمام کرتے ۔غرض اسی طرح صبح ہوجاتی جب آفتاب بلند ہوجاتا تو سلطان اور وزیر پانی لے کر کھڑے ہوجاتے اور لوگوں کے ہاتھ دھلاتے پھر امرا

(1)Thana Gezetter 12 part:1 page:442

و مقربین دسترخوان بچھاتے، جو قیمتی کپڑے کا ہوتا اس کے بعد طباق لاکر دسترخوان پر رکھے جاتے، جو تقریباً بارہ ہزار ہوتے۔ اگر فی طباق چار آدمی بھی ہوں تو تقریباً اس دن پچاس ہزار آدمی کھانا کھاتے۔ جن میں اراکین سلطنت اور خدام شامل نہ ہوتے۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہوجاتے تو پان، گلاب اور عطر سے تواضع کی جاتی اس کے بعد کپڑے لاکر حسب مرتبہ سب کو تقسیم کیے جاتے۔ پھر فاتحہ پڑھ کر لوگ واپس چلے جاتے۔

ان کے بعد وزرا، امرا اور اراکین دولت کی باری آتی، وہ مخصوص محل میں جاتے۔ ان کے لیے دسترخوان بچھایا جاتا، جس پر آصف خاں، سید مبارک اور افضل خاں جیسے بلند مرتبہ لوگ بھی ہوتے۔ ان کے بعد لشکر کے لوگ کھاتے اور آخر میں خدام بارگاہ اور نوکروں کی باری آتی۔

اس کے بعد یتیموں، مسکینوں، مسافروں، غریبوں، بازاری فقیروں، مزارات کے مجاوروں اور جو وہاں نہ پہنچ سکتے ان کو تقسیم کیا جاتا۔ [1]

شاہان گجرات کے عہد میں جشن میلاد کا دستور ہمیشہ سے تھا۔ لیکن محمود بیگڑہ کے عہد سے اس میں زیادہ اہتمام ہونے لگا۔ اور مظفر شاہ بن محمود اعظم نے بہ نیت ثواب یہ طریقہ نکالا کہ خود اپنے ہاتھ میں پانی کا لوٹا لے کر لوگوں کے ہاتھ دھلاتا اور دسترخوان دھلا کر اپنے لیے اس کے کپڑے بنواتا اور تبرک کا استعمال کرتا، محمود ثالث اس پر عمر بھر عامل رہا۔

سلطان بہادر شاہ کے انتقال بعد پرتگالی مغربی ساحل پر قابض ہوگئے۔ ایک تیموری شہزادے کو پناہ دینے کی بنا پر مغل شہنشاہ ہمایوں اور بہادر شاہ میں ان بن ہوگئی۔ اس لیے بہادر شاہ نے پرتگالیوں سے صلح کرلی۔ ۲۳/ دسمبر ۱۵۳۴ء کو قرار نامہ بسین پر دونوں کے دستخط ہوے۔ اس کی رو سے بسین اور ماہم پرتگالیوں کے تسلط میں آگیا۔

ماہم کا قلعہ

شاہان گجرات کی یادگار ماہم کا قلعہ ہے۔ جب پرتگالیوں نے اس پر قبضہ کیا تو اس میں دفاتر

(۱) ظفر الوالہ، ج:۱، ص:۳۰۳، مطبوعہ لندن

کھول دیے جہاں سالسٹ، ٹرانبے، کلیان اور بھیونڈی سے آنے والے جہاز چنگی ادا کرتے تھے۔ [1]
۱۶۶۱ء میں شاہ پرتگال کی بہن کیتھرائن کی شادی شاہ انگلستان کے شہزادے سے ہوئی تو اس کے جہیز میں بمبئی کا جزیرہ دے دیا گیا۔ اور ایک اقرار نامے کی رو سے یہ برطانوی حکومت کی ملکیت میں منتقل ہوگیا۔ برطانوی حکومت نے اسے کچھ دنوں تک ایسٹ انڈیا کمپنی کو ٹھیکے پر دیا۔ بعد میں مکمل طور سے برطانوی اقتدار کے ماتحت رہا۔ پھر ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی جمہوری حکومت کا جزبن گیا۔

(1)Gaid to Bombay by .I.M Maclean. P 2.3

باب دوم

حیات فقیہ مخدوم علی ماھم علیہ الرحمۃ

ولادت

آپ کی ولادت مہاراشٹر کے مشہور شہر کلیان میں ۱۰/محرم الحرام ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۲ء کو خاندان نوائت کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔[۱] اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کی جاے ولادت "مہائم" لکھی ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ مہائم آپ کا ننہال تھا، آپ کی ولادت کلیان میں ہوئی تھی اور کلیان ہی آپ کا آبائی وطن تھا، والد محترم کی وفات کے بعد والدہ ماجدہ آپ کو لیکر اپنے میکے مہائم میں مقیم ہوگئیں تھیں۔[۲] آج جہاں ماہم پولس اسٹیشن ہے وہیں آپ کی رہائش گاہ تھی اور جہاں آپ کا مزار ہے وہ جگہ آپ کے مقربین کا قبرستان تھا۔[۳]

نام ونسب

آپ کا نام علاء الدین علی ہے، کنیت ابوالحسن اور لقب زین الدین ہے۔ علم فقہ میں مہارت رکھنے کی وجہ سے فقیہ اور والدہ ماجدہ کی خدمتوں کے صلہ میں مخدوم کا خطاب ملا اس طرح آپ فقیہ مخدوم علی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ خاندان نوائت کے قبیلۂ پرو کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام

(۱) تاریخ کوکن ص:۱۲،۱۳ از ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم اے، پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ۔ ۴۴ جیدر روڈ (ایسٹ) ڈونگری، ممبئی ۹ وسبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص:۹۷ از غلام آزاد بلگرامی، مطبوعہ معہد الدراسات الاسلامیہ جامعہ علی گڑھ

(۲) تاریخ کوکن ص:۱۲-۱۳،۱۳ از ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم اے، پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ۔ ۴۴ جیدر روڈ (ایسٹ) ڈونگری، ممبئی ۹

(۳) قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی ص:۲۸، از محمد عبداللہ پرو مخدومی قیصری، مطبوعہ بھونیش آرٹ ملاڈ ممبئی ۹۷

احمد بن علی ہے۔ جو متبحر عالم اور ولی کامل تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت ناخدا حسین انکولیا ہے۔ والدہ محترمہ بھی ولیہ کاملہ اور مستجاب الدعوات تھیں۔ اور نانا، ناخدا حسین ایک بڑے تاجر تھے۔

آپ کا نسب دو طرح سے بیان کیا گیا ہے:

❶ مخدوم علی بن احمد بن علی بن احمد مشہور بہ ابن بنت حسین ناخدا انکولیا۔ (''ضمیر الانسان لزیارۃ المشتاقین الی ذکر الرحمن'' از: سید ابراہیم مدنی مطبوعہ شہابی پریس ممبئ ۱۳۴۳ھ)

❷ علی بن احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل (''ھدیۃ العارفین فی اسماء المو لفین و أثار المصنفین'' از: اسمٰعیل پاشا بن محمد امین بن میر مسلم بغدادی۔ ج اول ص ۷۳۰ مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

تفسیر تبصیر الرحمن کا ایک قلمی نسخہ جو کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔ اس میں ''ترجمۃ المصنف'' کے عنوان سے آپ کی حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے جس سے پہلے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ یوسف کھٹ کھٹے نے اپنی کتاب ''کشف المختوم فی حالات الفقیہ المخدوم'' میں آپ کے نسب کے متعلق وہی قول نقل کیا ہے جو مذکورہ قلمی نسخہ میں ہے۔[1]

آپ عربی النسل تھے آپ کا تعلق خاندان نوائت کے معزز قبیلہ ''پرو'' سے تھا۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی آپ کے خاندانی پس منظر کے متعلق اپنی کتاب ''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' میں لکھتے ہیں:

مولانا شیخ علی ابن احمد المھائمی قدس سرہ ھو من طائفۃ النوائت قوم فی البلاد الدکن رأیت فی کتب فارسی ما ترجمتہ قال الطبری فی تأریخہ ۔ النائتۃ طائفۃ من قریش خرجوا من المدینۃ المنورۃ خوفا من الحجاج بن یوسف الثقفی- الذی قتل خمسین الفا من العلماء و الاولیاء و غیر ھم علیٰ غیر حق- و بلغوا ساحل بحر الھند و سکنوا بہ[2]

ترجمہ: مولانا شیخ علی بن احمد مہائمی قدس سرہ گروہ نوائت سے تعلق رکھتے تھے۔ جو بلاد دکن کی ایک قوم

(۱) کشف المختوم فی حالات الفقیہ المخدوم کا ایک نسخہ بھارت پرچار سبھا، چرنی روڈ میں موجود ہے۔

(۲) سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان از: علامہ غلام علی آزاد بلگرامی ص ۹۷ مطبوعہ معہد الدراسات الاسلامیہ علی گڑھ

ہے۔، میں نے فارسی کتابوں میں ان کا حال دیکھا ہے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں کہا کہ نائت قریش کی ایک جماعت ہے جو مدینہ منورہ سے حجاج بن ثقفی۔جس نے پچاس ہزار علما اولیا وغیرہ کو ناحق شہید کیا۔ کے خوف سے نکل گئے اور بحر ہند کے ساحل کا رخ کیا اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔

نوائت کی تحقیق

قبیلہ نوائت کے بارے میں مؤرخین نے قدرے اختلاف کیا ہے بعض نے بصرہ کے کسی قبیلے اور بعض نے یمن کے کسی قبیلے کی طرف منسوب کیا ہے مگر علمائے نوائت کا کہنا ہے کہ نوائت عرب کے مشہور قبیلے قریش کی ایک شاخ ہے اور یہی قول راجح بھی ہے۔ چناں چہ مولانا محمد باقر آگاہ (متوفی ۱۲۲۰ھ) اپنی کتاب "نفحۃ العنبریہ" کے قصیدہ عینیہ کے ایک شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نائط بھی اسی طرح کا ایک قبیلہ ہے جس طرح بیان کا ایک قبیلہ تھا۔ نائط کی جمع نوائط ہے ترخیم کی وجہ سے "ت" حذف ہوگئی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اس قبیلے کے مورث اعلیٰ نائطہ نصر بن کنانہ کے لڑکے تھے اور باقی نسب شریف مشہور اور معروف ہے"

مزید لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں کہ طبری کے قول میں سواحل بحر ہند سے مراد دونوں کوکن ہیں۔ عادل شاہی کوکن جس کا تعلق بیجاپور سے تھا۔ اور نظام شاہی کوکن جس کا تعلق احمد نگر سے تھا" [۱]

قبیلہ نوائت کی ہندوستان میں آمد

اس سلسلہ میں علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "کشف الانساب" میں لکھتے ہیں:

"مسلم عرب کا پہلا قافلہ حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر ۸۰ھ / ۶۹۹ء کے دوران ہندوستان میں پناہ گزیں ہوا تھا۔ اس قافلہ میں بصرہ کے موضع نائت کے مہاجر بھی تھے۔ جن کا شجرۂ نسب بنو نضر کے توسط سے قوم قریش سے ملتا ہے" [۲]

بمبئی گزیٹر (Bombay Gezetter) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم علی مہائمی کے آباواجداد تقریباً ۲۵۲ھ / ۸۶۰ء میں ماہم آئے اور تقریباً پانچ سو سال بعد یہ (فقیہ مخدوم مہائمی)

(۱) نفحۃ العنبریہ از مولانا محمد باقر آگاہ بحوالہ خانوادہ بدر الدولہ ص ۴۴ از، مولانا محمد یوسف کوکن عمری

(۲) کشف الانساب از: علامہ جلال الدین سیوطی بحوالہ تاریخ النوائط از نواب عزیز یار جنگ بہادر (حیدر آباد ۱۳۲۲ھ) ص ۳۵

پیدا ہوئے[1]

ان کے علاوہ عام نوایت کی آمد کے سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانے میں مدینہ سے بصرہ کی طرف ہجرت کی اور پھر اپنے سردار سید عبدالرحمٰن نائطی کی وفات (۷۵۲ھ) کے بعد بصرہ سے ہندوستان آئے ۔ یہ لوگ سات آٹھ کشتیوں میں بیٹھ کر ہندوستان کے جنوبی مغربی ساحل پر اترے۔اس وقت عراق پر مشہور تاتاری بادشاہ سلطان ابو سعید خدا بندہ (۷۱۶ھ۔۷۲۶ھ) کے پھوپھی زاد بھائی شیخ حسن بن حسین بیقا بن ایلکان بن اباقا کی حکومت تھی ۔ جس نے عراق پر ۷۳۶ھ سے ۷۵۸ھ تک حکومت کی ۔ چوں کہ کشتیوں میں بیٹھ کر آئے تھے اس لیے انہیں صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی نے نواطی کے معنٰی ملاح قرار دیے ہیں[۲]

اہل نوائت کو اول اول ہندوستان کی سرد مہری سے سابقہ پڑامگر ان لوگوں نے اپنے ذاتی قابلیت ، لیاقت اور رواداری کے بدولت بہت جلد یہاں اپنے لیے جگہ بنالی ۔ نسلی اور سماجی حیثیت سے وہ دوسروں سے بالکل ممتاز تھے ۔ علم وفضل کے لحاظ سے بھی وہ بہت ممتاز تھے ۔ بہمنی سلاطین اور پھر ان کے بعد عادل شاہی اور نظام شاہی حکمرانوں نے ان کی بڑی عزت کی ۔ انہیں بڑے بڑے عہدے دیے اور ان کے قابل ترین افراد کو اپنا وزیر اور دیوان بنایا[۳]

تعلیم وتربیت

آپ کے والد و بزرگوار مولانا شیخ احمد صاحب علیہ الرحمہ نیک صالح عالم باعمل اور ولی کامل تھے ۔ ایک باپ کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے اس سے بخوبی واقف تھے ۔ چناں چہ آپ نے اپنے بچے کی ذہانت وفطانت اور حصول علم کا شوق وجذبہ دیکھتے ہوئے آپ کی تعلیم وتربیت کی جانب شروع ہی سے توجہ فرمائی اور نوسال کی چھوٹی سی عمر میں آپ کو سارے مروجہ علوم سے مزین کردیا۔

ڈاکٹر سید کمال الدین قادری لکھتے ہیں:

”آپ کے والد حضرت مولانا شیخ احمد قدس سرہ العزیز بہت بڑے عالم وفاضل اور ولی تھے ۔

(2)vol:3 page:301 Bombay Gezetter

(۲)خانوارۂبدر الدولہ از مولانا محمد یوسف کوکن عمری ص ۲۳

(۳)اخانوارۂبدر الدولہ از مولانا محمد یوسف کوکن، عمری ص ۲۴

آپ کے والد نے آپ کو نو سال کی عمر میں قرآن، حدیث، فقہ، منطق، تصوف اور دیگر اسرار و رموز سے آراستہ کر دیا"[۱]

نواب عزیز یار جنگ بہادر لکھتے ہیں:

"آپ کے والد و ماجد مولانا شاہ احمد قدس سرہ نے اپنے ہونہار صاحبزادے کی طباعی ذہانت اور شوق اکتساب علوم کو دیکھ کر آپ کی اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ فرمائی۔ چوں کہ خود بھی عربی کے بہت بڑے عالم تھے اس لیے باپ کی توجہ نے بیٹے کو متبحر عالم بنا دیا۔ فقہ، منطق، فلسفہ، حدیث وغیرہ علوم کی تحصیل سے بہت تھوڑے عرصے میں آپ فارغ ہو گئے" [۲]

ابھی آپ کو علوم ظاہری یعنی علوم شرعی سے فارغ ہوئے چند دن ہی گذرے تھے کہ مشیت ایزدی سے ۲۵/ جمادی الآخرہ ۷۸۵ھ کو آپ کے سر سے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) آپ کی ولادت کلیان میں ہوئی تھی اور کلیان میں ہی آپ نے وفات پائی۔ کلیان میں نمک بندر کے قریب بومبل بازار (گھاس بازار) میں آپ کی ذاتی ملکیت تھی وہیں مدفون ہوے۔ بعد میں ۱۳۱۳ھ میں مقبرے کی تعمیر عمل میں آئی۔ یہ مزار ایک طرف قلعہ باہر کوٹ مسجد سے جڑا ہوا ہے تو دوسری طرف حضرت نظام الدین خاموش علیہ الرحمہ کے مقبرے سے منسلک ہے [۳]

---

(1)Hazrat Makhdom Ali Mahimi (Qutbe Kokan)by Doctor,Sayed K .H .Quadri page 21

(۲) تاریخ التوئط از نواب عزیز یار جنگ بہادر (حیدر آباد ۱۳۲۲ھ) ص ۳۵۴

(۳) تاریخ کوکن ص: ۳۱۲ از: ڈاکٹر مؤمن محی الدین ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ ۴۴ جید روڈ ایسٹ، ڈونگری، ممبئ ج ۹ و قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی المہائمی، ص: ۱۔۱۰ از: محمد عبداللہ پرو مخدومی قیصری۔ کسی مقامی شاعر راشد کے اردو میں کیے ہوئے دو قطعاَت سے تاریخ وفات نکلتی ہیں اندر اور باہر دو مر مریں کتبوں میں درج ہے اندرونی کتبہ اس طرح ہے:

جناب شیخ احمد واصل حق — جہاں سے جب ہوئے جنت کو رخصت
نشان غیب راشد نے بتایا — مکین الخلد ان کا سال رخصت

۷۸۵ھ

والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش کی ساری ذمہ داری والدہ ماجدہ کے سر آگئی جو آپ نے بحسن و خوبی انجام دی۔ لیکن تعلیمی سلسلہ منقطع ہوجانے کی وجہ آپ بے قرار رہنے لگے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ بڑھتا ہی گیا تو آپ نے اپنی والدہ محترمہ سے تحصیل علم کی خاطر بیرون ہند سفر کرنے کی اجازت مانگی۔ چوں کہ والدہ محترمہ کے لیے آپ کی جدائی ناقابل برداشت تھی اس لیے کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ یہیں کوئی سبب پیدا کردے گا جس سے تمھاری آرزو پوری ہوجائے گی۔ ماں کی بات مانی تھی سبب کیسے نہ پیدا ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے وہی حضرت خضر کو بھیج کر تعلیم کا انتظام فرمادیا۔

ڈاکٹر سید کمال الدین، قادری برکاتی لکھتے ہیں:

''آپ علم معرفت حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کے باہر جانا چاہتے تھے لیکن آپ کی والدہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں خدا سے دعا کروں گی چناں چہ آپ نے دعا کی اور دعا بارگاہ خداوندی میں مقبول بھی ہوگئی۔ اگلے دن جب آپ حسب معمول نماز فجر کے بعد سمندر کے کنارے تشریف لے گئے ، تو آپ نے وہاں ایک بزرگ کو پتھر پر بیٹھا پایا وہ بزرگ ہستی حضرت خضر کی تھی۔ حضرت خضر نے آپ کو بلایا اور کہا کہ تمھاری والدہ ایک پرہیز گار عورت اور ولیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے علم معرفت کے سلسلہ میں ان کی دعا قبول فرمالی ہے۔ تم ہر روز نماز فجر کے بعد یہاں آجایا کرو میں تمہیں علم معرفت سکھاؤں گا۔ لیکن یاد رہے اس کے متعلق کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

ایک دن ان کی والدہ نے پوچھا کہ بیٹا! تم ہر روز صبح سویرے کہاں چلے جاتے ہو؟ چوں کہ آپ کے استاذ حضرت خضر نے آپ کو اس کے تعلق سے کسی کو بھی بتانے سے روک رکھا تھا اس لیے آپ کو تامل ہوا مگر آپ نے سوءادب خیال کرکے سب سچ سچ بتادیا۔ اگلے دن جب آپ سمندر کے کنارے گئے تو وہاں حضرت خضر کو نہ پایا۔ آپ والدہ ماجدہ کے پاس آئے اور روتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت خضر کے منع کرنے کے باوجود میں نے آپ کو سچ سچ بتادیا اسی وجہ سے وہ آج نہیں آئے۔ چوں کہ آپ کی والدہ ایک پرہیز گار عورت تھیں۔ اس لیے آپ نے اللہ سے دوبارہ دعا کی اور آپ کی دعا پھر مقبول ہوئی اگلے دن حضرت خضر سے ملاقات ہوگئی۔ اس مرتبہ حضرت خضر نے اپنے منہ سے ایک لقمہ نکال کر آپ کو دیا ۔ جیسے ہی آپ نے وہ لقمہ نگلا، ساتوں آسمان و زمین آپ کے اختیار میں آگئے اور آپ سے ستر ہزار حجابات

اٹھ گئے۔" (۱)

عادت واطوار

انسان کی زینت اس کی عمدہ سیرت اور پاکیزہ کردار سے ہوا کرتی ہے۔ اور وہی شخص معزز و مکرم سمجھا جاتا ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ جب ہم حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی کو ان کی عادت و خصائل کے آئینہ میں دیکھتے ہیں تو یہاں بھی ان کی صاف ستھری اور بے داغ صورت نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر سید کمال الدین، قادری برکاتی لکھتے ہیں:

"حضرت مخدوم اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار اور خدمت گزار تھے۔ ایک رات عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلے آپ کی والدہ نے آپ سے ایک گلاس پانی مانگا آپ پانی لینے چلے گئے لوٹے تو دیکھا کہ والدہ صاحبہ کی آنکھ لگ گئی ہے۔ آپ نے خیال کیا کہ نیند سے بیدار کرنا سوء ادب ہے اس لیے ساری رات پانی کا گلاس لیے کھڑے رہے۔ جب والدہ ماجدہ فجر سے کچھ پہلے تہجد پڑھنے اٹھیں تو پوچھا کہ بیٹا پانی لے کر کب سے کھڑے ہو؟ آپ نے عرض کیا امی جان! سونے سے پہلے آپ نے پانی طلب فرمایا تھا۔ اسی وقت سے کھڑا ہوں اور آپ کے بیدار ہونے کا انتظار کر رہا ہوں تاکہ آپ کی خدمت میں پانی پیش کر سکوں۔ جب والدہ صاحبہ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک فرماں بردار لڑکا عطا کیا ہے۔ اور نماز تہجد کے لیے بستر سے اٹھیں اور رب تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو میرے بچے کو اپنا ولی اور قطب بنا تاکہ یوں ہی انسانیت کی خدمت کر سکے یا اللہ تو ہر کسی کو ایسا فرزند عطا کر۔

ماں کی دعاؤں کا اثر تھا کہ آپ قطب ہی نہیں بلکہ عظیم قطب اور کوکن، مہاراشٹر اور گجرات کے قطب الاقطاب بن گئے۔" (۲)

آپ بے حد فیاض اور سخی تھے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا بھوکوں کو کھانا کھلانا آپ کی عادت کریمانہ تھی۔ والدین مالدار تھے مگر آپ کے دل میں مال کی محبت نے کبھی جگہ نہ پائی بلکہ ہمیشہ غریبوں کی امداد کرنے میں دونوں ہاتھوں سے فیاضی کرتے رہے۔ آپ کی دولت کدے پر مہمانوں کا

(1)Hazrat Makhdoom Ali Mahimi (Qutb e Kokan) By . Dr . Sayed K.H. Qadri p:21-22

(2)Hazrat Makhdoom Ali Mahimi (Qutb e Kokan) By . Dr . Sayed K.H. Qadri p:23

ہجوم رہتا اور آپ انھیں طرح طرح کے لذیذ کھانے کھلاکر خوش ہوتے ۔کیا ہندو کیا مسلمان آپ کے اخلاق کریمانہ کے سب ہی قائل تھے۔

مولانا ضیاء الرحمن علیمی اپنے مقالے بنام "**الشیخ علی المهائمی حیاته و اعماله**" میں "**ضمیر الانسان لزیارۃ المشتاقین الی ذکر الرحمن**" از، سید ابراہیم مدنی کے حوالہ سے حضرت مخدوم مہائمی کی عادات وخصائل پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

وذکر مولف رسالة ضمیر الانسان عن سیرته و شخصیته ما ملخصه انه کان جواد کریم النفس ، لین الخلق ، حلو الکلام، مبسوط الیدین ،یعین الضعفاء والفقراء والمساکین لا یبالی با الدنیا واغراضها ، ولاجل ذلك کان الناس فی ذلك الزمان یبجلونه و یعظمونه تعظیما بالغا وکان جلیل القدر ،وکبیر الشان وقورا محبوبا لدی المسلمین و الهنادك بدون نزاع۔ [1]

ترجمہ: رسالہ ضمیر الانسان کے مولف نے آپ کی سیرت اور شخصیت کا ذکر کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ سخی، شریف النفس، نرم مزاج، شیریں کلام اور کشادہ دست تھے۔ ضعیفوں، فقیروں اور مسکینوں کی مدد کرتے ۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز تھے ۔ اسی وجہ سے اس زمانے کے لوگ آپ کی بہت تعظیم اور توقیر کرتے تھے ۔ آپ کی قدر و منزلت بالاتفاق ہندوؤں اور مسلمانوں کے نزدیک مسلم تھی۔

عبادت وریاضت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی کمالات اور عمدہ اطوار کے ساتھ ساتھ دیانت وتقوی اور ذوق عبادت کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ جب آپ کی زندگی کا مطالعہ اس جہت سے کرتے ہیں تو یہاں بھی آپ کو صف اول میں ہی پاتے ہیں۔

سید امام الدین گلشن آبادی اپنی کتاب "برکات الاولیا" میں لکھتے ہیں:

"آپ بڑے زاہد، عابد جامع علوم شریعت وطریقت، صاہب تصرفات ظاہری و باطنی تھے۔" [2]

(۱) الاحسان ص ۹۸ مجلۃ تصدر الجامعۃ العارفیۃ الی اللہ آباد، الھند، سنہ ۲۰۱۲ء

(۲) برکات الاولیا ص ۱۳۶ از سید امام الدین گلشن آبادی

مولانا محمد باقر آگاہ اپنی کتاب "نفحۃ العنبریہ" میں حضرت مخدوم مہائمی کے اوصاف کا تذکرہ کچھ اس طرح کرتے ہیں:

و کان فی العلوم العقلیۃ والنقلیۃ غایۃ و فی اذراق توحید الوجود و تجرید الشھود اٰیۃ و فی الاستغراق فی مشاھدۃ الذات والتخلی عن ملاحظۃ الایأت نھأیۃ ۔ظھرت منہ الکرامات الجلیلۃ والمأثر السنیۃ والشمأئل المرضیۃ والمفأخر العلیۃ۔[(۱)]

ترجمہ: آپ علوم عقلیہ ونقلیہ میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ توحید وجودی وعلوم طریقت میں اعلیٰ یادگار اور استغراق و مشاہدۂ ذات میں کامل اور ملاحظہ صفات سے کنارہ کش تھے۔ آپ سے بین کرامات، عمدہ اوصاف، پسندیدہ خصلتیں اور بزرگ صفتیں ظاہر ہوئیں۔

مشہور صوفی شیخ عبد الوہاب متقی شاذلی اپنی کتاب " حبل المتین فی تقویۃ الیقین" میں حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کے استغراق ومحویت اور یاد الٰہی میں انہماک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صاحب تفسیر رحمانی حضرت شیخ علی مہائمی را مراقبہ غالب بود۔ خواہر پادشاہ وقت در نکاح او بود۔ روزے زنان پادشاہ برائے زیارت خواہر وے در خانہ شیخ آمد ند شیخ در دہلیز نشستہ بود۔ زنان در دخول توقف کردند۔ مادر شیخ حاضر بود۔ گفت چرا توقف می کنید۔ بیائید چہ مانع است۔ گفتند شیخ در دہلیز نشستہ است مارا خواہد دید چگونہ بیائیم۔ مادر شیخ گفت کہ بیائید کہ وے غافل ذاہل است وے را از شما و جمیع مخلوقات خبرے نہ۔ زنان پادشاہ در آمد ند و از مادر شیخ برہان ایں طلبید ند۔ مادر شیخ پیش شیخ بیامد و گفت علی! ایں میزر را ستر عورت خود کن و جامہ خود برائے شستن بدہ۔ شیخ جامہ ہائے سفید شستہ پوشیدہ بود فی الحال جامہ ہا بکشید و آں میزر را ستر عورت خود کرد و بہ نشست۔ بعد ساعتے مادرش جامہا دیگر کہ چرکیں بود بیاورد۔ وگفت بپوش جامہ ہائے خود را۔ شیخ جامہ ہائے خود را کہ چرکیں بود، پوشید۔ وے را خبرے نہ کہ کدام جامہ ہارا پوشیدم و کدام جامہ ہارا بیرون آوردم۔[(۲)]

---

(۱) نفحۃ العنبریہ از: مولانا محمد باقر آگاہ بحوالہ تاریخ النوائط باب ۴ فصل ۲ ص ۳۶۰ از عزیز یار جنگ بہادر مطبوعہ حیدر آباد دکن

(۲) حبل المتین کا ایک قلمی نسخہ قطب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔ سنہ تحریر ۱۱۸۹ھ ہے اس پر حضرت بدر عالم علیہ الرحمہ کے دستخط ہے۔ اسی کتب خانہ میں تفسیر رحمانی (تفسیر مہائمی) کا ایک قلمی تنسخہ موجود ہے جس کے اخیر میں عنوان "ترجمۃ المصنف" کے تحت حبل المتین کی یہی عبارت منقول ہے۔ اس کے کاتب محمد ولد محمد فاضل ہے سنہ تحریر ۱۱۵۹ھ ہے۔ اس پر شاہ وجیہ الدین گجراتی علیہ الرحمہ کا حاشیہ بھی ہے۔

ترجمہ: صاحب تفسیر رحمانی حضرت شیخ علی مہائمی پر مراقبہ واستغراق کی کیفیت غالب تھی۔ بادشاہ وقت کی بہن آپ کے نکاح میں تھی۔ایک دن شاہی بیگمات بادشاہ کی بہن سے ملاقات کے لیے شیخ کے گھر آئیں۔شیخ چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بیگمات کو اندر آنے میں تردد ہوا۔شیخ کی والدہ حاضر تھیں۔فرمایا کیوں توقف کر رہی ہو؟ چلے آؤ،کیا رکاوٹ ہے؟ انہوں نے کہا ہم کیسے آئیں؟شیخ چوکھٹ پر بیٹھے ہیں۔ ہمیں دیکھ لیں گے۔والدہ نے فرمایا:"وہ تو بے خبری کے عالم میں ہیں۔انہیں نہ تو تمھاری خبر ہے نہ دنیاوما فیہا کی"۔ یہ سننا تھا کہ شاہی بیگمات اندر داخل ہو گئیں اور آپ کی والدہ سے اس کا ثبوت مانگا۔والدہ صاحبہ شیخ کے پاس آئیں اور فرمایا:علی!اس تہبند سے پردہ پوشی کرلو اور اپنے کپڑے دھونے کے لیے دے دو۔ شیخ اس وقت صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے فوراً اپنے کپڑے اتار دیے اور اس تہبند کو پہن لیا۔کچھ دیر بعد آپ کی والدہ دوسرے میلے کپڑے لے کر آئیں اور ان کپڑوں کو پہننے کے لیے کہا۔شیخ نے وہی میلے کپڑے پہن لیے۔آپ کو اس بات کی خبر نہ تھی کون سے کپڑے پہنیں کون سے اتاریں۔

مذکورہ عبارت سے حضرت مخدوم مہائمی کی فنا فی اللہ کی کیفیت تو سامنے آتی ہی ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار نہیں کی بلکہ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اور تاحیات مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے۔

مسند تدریس

قرآن کی سب سے پہلی نازل ہونے والی آیت "اقرأ باسم ربک الذی خلق"ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ عہد رسالت ہی سے درس وتدریس کا آغاز ہو چکا تھا۔ اصحاب صفہ کا تو کام ہی تھا کہ دنیا ومافیھا سے بے نیاز ہو کر علم دین حاصل کرنے میں مشغول رہتے۔اسلام جب ہندوستان میں آیا تو یہاں بھی تعلیم کی اہمیت اجاگر کرکے درس وتدریس کا ماحول پیدا کیا۔ ہندوستان کی بیشتر ریاستوں میں مدارس ہی سے اسلام پھیلا۔ عہد مخدوم مہائمی میں گجرات اور اس کے مضافات میں بہت سے مدارس کا وجود ہو چکا تھا۔ تاریخ الاولیا(از: امام الدین گلشن آبادی ص:۴۴۳) کے مطالعہ سے معلوم ہوے اہے کہ کوکن میں علوم ظاہری وباطنی کا چراغ حضرت فقیہ مخدوم مہائمی نے روشن کیا۔

حضرت مخدوم علی مہائمی معقولات ومنقولات کے ایک جید عالم تھے۔تصنیف و تالیف سے

وقت نکال کر بچوں کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چناں چہ سید امام الدین گلشن آبادی اپنی کتاب "برکات الاولیاء" میں لکھتے ہیں:

"مہائم میں مدرسہ تھا۔ وہاں طلبہ کو آپ درس علوم ظاہری و باطنی دیا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات تصانیف میں گزارتے تھے"۔ (۱)

تلامذہ

یہ بات مسلم ہے کہ طلبہ کی ایک اچھی خاصی جماعت نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا ہے۔ مگر سوائے ایک دو شاگرد کے کسی اور کا تذکرہ نہیں ملتا۔ سید امام الدین گلشن آبادی نے اپنی کتاب "تاریخ الاولیاء" میں حضرت مخدوم مہائمی کے ایک شاگرد حضرت شیخ محمد سعید کوکنی کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے۔

"آپ شاگرد رشید مولانا فقیہ مخدوم علی مہائمی کے ہیں۔ آپ کے علم حقائق و تصوف میں کئی رسائل عربی زبان میں موجود ہیں۔ اور ضلع کوکن میں یہ دو شخص مثل آفتاب و ماہتاب کے ہوئے ہیں۔ جن کے وجود ذی جود سے سیکڑوں گمراہوں نے فیض پایا اور چراغ علم ظاہری و باطنی کا، اس ملک کوکن میں، آپ سے روشن ہوا۔ سن وفات معلوم نہیں، قبر آپ کی رتناگیری میں ہے۔" (۲)

آپ کے ایک اور شاگرد محمد بن ابوبکر مخدومی رمضان المبارک ۸۲۵ھ تا ذوالحجہ ۸۲۵ھ ماہ تک مہائم میں مقیم تھے۔ آپ نے عربی صرف و نحو میں ایک معرکۃ الآرا کتاب تصنیف کی ہے۔ مخدومی کا لقب حضرت مخدوم علی مہائمی سے ارادت علمی اور نسبت روحانی کے سبب پڑا۔ (۳)

بحیثیت قاضی

چوتھی صدی ہجری میں ممبئی اور اس کے مضافات مسلمانوں کی آبادی میں کافی اضافہ ہوا تھا۔ اس لیے اس وقت کے ہندو راجہ مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ ریکھ کے لیے ایک ہنر مند

---

(۱) برکات الاولیا از سید امام الدین گلشن آبادی ص ۳۶

(۲) تاریخ الاولیا از: سید امام الدین گلشن آبادی ص: ۴۴۷

(۳) تاریخ کوکن ص: ۳۱۶، از: ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلکیشن ٹرسٹ، ۴۴ جیل روڈ، ایسٹ ڈونگری، ممبئی ۹

(قاضی) مقرر کرتے تھے۔[1] اس وقت منصب قضا ایک معزز عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ جس پر نیک صالح ،خدا ترس عالم دین کا تقرر ہوتا تھا۔ چوں کہ شاہان گجرات بڑے دیندار اور علم دوست تھے اس لیے انھوں نے بھی اس رواج کو باقی رکھا۔ مہائم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مخدوم علی مہائمی بھی مہائم کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ جیسا کہ ماسبق سے ظاہر ہے کہ سلطان احمد شاہ اور مخدوم علی مہائمی کے درمیان رشتہ ہموار تھے۔ سلطان نے اپنی بہن کی شادی حضرت مخدوم علی مہائمی سے کرادی تھی جس کی وجہ سے آنا جانا بھی ہوتا تھا، ظاہر ہے اس سے سلطان احمد شاہ کو حضرت مخدوم مہائمی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہوگا اور جب اس نے آپ کی اعلیٰ قابلیت ،فقیہانہ و مجتہدانہ بصیرت اور تقویٰ و طہارت دیکھی ہوگی تو آپ کو منصب قضا پر مقرر کردیا ہوگا۔

بمبئی گزیٹر میں لکھا ہے:

”صوفی مخدوم فقیہ جوانی کے کئی سال سفر اور مطالعہ میں گزارنے کے بعد ماہم کے مسلمانوں کے قاضی مقرر ہوئے۔“[2]

(۱) عجائب الھند از: بزرگ بن شہریار ناخدا ص ۱۱۴ و مروج الذہب از مسعودی س ۵۸۶ بحوالہ تاریخ کوکن از: ڈاکٹر مومن محی الدین

(۲) Bobay Gezetter Vol 3 page: 301

باب سوم

فقهی مسلک

حضرت مخدوم علی مہائمی علم فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔آپ کے فقہی مسلک کے تعلق سے تذکرہ نگاروں نے اختلاف کیا ہے۔ڈاکٹر کمال الدین قادری نے آپ کو شافعی لکھا ہے۔

"He was follower of Shafai"[1]

اور اسماعیل پاشا بن محمد امین بن میر مسلم بغدادی نے آپ کو حنفی المسلک لکھا ہے:

"علاء الدین المهائمی الدکنی الهندی الحنفی الفقیه الصوفی"[۲]

لیکن قول اول ہی راجح ہے۔اس لیے کہ تفسیر مہائمی میں آپ مسائل کی توضیح وتشریح فقہ شافعی کے روشنی میں ہی کرتے ہیں۔جو آپ کے شافعی المسلک ہونے کا بین ثبوت ہے۔مثلا آپ فقہ شافعی کے موافق "قروء" سے مراد طہر لیتے ہیں:

(یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء) ای مضی ثلاثة اطهار[۳]

ترجمہ:(اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں)یعنی تین طہر گزرنے تک

اسی طرح آپ امام شافعی کا اتباع کرتے ہوئے بلوغت کی اقل مقدار پندرہ سال بتاتے ہیں۔

(حتیٰ اذا بلغوا النکاح) ای حتیٰ صاروا بالغین بالاحتلام او استکمل خمس عشرة سنة[۱]

(۳۲)Hazrat Makhdoom Ali Mahimi (Qutb e Kokan) By . Dr . Sayed K.H. Qadri p:24

(۲)ہدیۃ العارفین فی اسماء مولفین واثار المصنفین ج ا س ۷۳۰ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

(۳)تفسیر مہائمی ج ا ص ۸۲ مطبوعہ بولاق، مصر

ترجمہ:(حتی کہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں) یعنی حتی کہ احتلام سے یا پندرہ سال مکمل ہونے سے بالغ ہوجائیں۔

یوں ہی آپ شافعی مسلک کے مطابق کتابی باندی سے نکاح کرنے کو بالکل ناجائز قرار دیتے ہیں۔آپ "والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب" کے تحت لکھتے ہیں:

ای الحرائر فلا یصح نکاح الامة الکتابیة بحال [٢]

ترجمہ:اس سے مراد آزاد ہیں لہذا کتابی باندی سے نکاح کسی حال میں جائز نہیں۔

اسی طرح آپ وضو میں نیت کو فرض مانتے ہیں لہذا آپ آیت وضو "یا ایھا الذین آمنو اذا قمتم الیٰ الصلوٰة فاغسلوا الآیة" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و یفھم منه النیة عرفا ای لاستباحة الصلوٰة کما اذا قیل اذا رأیت الأمیر فقم ای لتعظیمه علیٰ انه عبادة لا تحصل بدون النیة و لا یصلح مفتاح للصلوٰة بدونها لان الحدث امر معنوی لا یحصل التطھیر عنه بدون النیة [٣]

ترجمہ:اور اس سے اباحت نماز کے لیے عرفا نیت سمجھی جاتی ہے، جیسے یہ کہا جائے کہ جب امیر کو دیکھو تو کھڑے ہوجاؤ تو یہاں عرفا تعظیم سمجھی جاتی ہے علاوہ ازیں عبادت نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور وضو نیت کے بغیر نماز کی کنجی نہیں بن سکتا کیونکہ حدث امر معنوی ہے اور نیت کے بغیر حدث سے پاکی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

یوں ہی آپ "سورہ مائدہ" میں وارد کفارہ یمین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وشرط الشافعی فیھا الایمان قیاسا علیٰ کفارة القتل [٤]

ترجمہ:امام شافعی نے کفارہ قتل پر قیاس کرتے ہوئے غلام کے ساتھ ایمان کی قید بھی لگائی ہے۔

---

(١) تفسیر مہائمی ج ا ص ١٤٠ مطبوعہ بولاق، مصر

(٢) تفسیر مہائمی ج ا ص ١٧٩ مطبوعہ بولاق، مصر

(٣) تفسیر مہائمی ج ا ص ١٨٠ مطبوعہ بولاق، مصر

(٤) تفسیر مہائمی ج ا س ١٩٩ مطبوعہ بولاق، مصر

باب چہارم

صوفیانہ مسلک

شیخ مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کے زمانے میں ہندوستان کے اندر قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ، عیدروسیہ، شطاریہ اور رفاعیہ جیسے مشہور سلاسل پائے جاتے تھے۔ ان سلاسل کے مشایخ نے ہمیشہ لوگوں کی دینی رہنمائی فرمائی اور ان کے دلوں سے دنیا اور اس کی محبت نکال کر انھیں توجہ الی اللہ کا سبق دیا۔

حضرت مخدوم مہائمی کس سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اس کا پتہ نہیں چلتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ کچھ تذکرہ نگاروں نے آپ کو "اویسی" لکھا ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر سید کمال الدین ایچ قادری نے لکھا ہے:

" He was followers of Owaisi path "[۱]

اویسی کسے کہتے ہیں اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔ یہاں صرف تین اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

❶ اویسی ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کو بغیر کسی پیر و مرشد کے مبدأ الٰہیہ سے فیض ولایت پہنچے۔

❷ اویسی وہ شخص ہے جس کو حضرت خضر علیہ السلام سے فیض پہنچے۔

❸ جس شخص کو اولیاے امت میں سے کسی کے بھی باطن سے رسمی توسط کے بغیر فروغ ہدایت حاصل ہو۔

حضرت علامہ عثمان المعروف بہ داتا گنج بخش ہجوری لاہوری، بابا حاجی روزبہ دہلوی، شیخ جلال الدین پورانی، سید ابراہیم اویسی، شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری اور ان کے علاوہ بہت سے اویسی بزرگ ہند اور بیرون ہند میں ہوئے ہیں۔

(1)Hazart Makhdoom Ali Mahimi (Qutbe Kokan) by . Dr . Sayed K.H.quadri page :24

شیخ محی الدین ابن عربی کا اتباع

لیکن حقیقت یہی ہے کہ آپ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک وحدۃ الوجود کے ماننے والے تھے۔ شیخ اکبر کے نظریہ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں کو صوفیاے موحدہ کہا جاتا تھا شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وے از علمائے صوفیہ موحدہ است۔ عالم بود بعلوم ظاہر و باطن، صاحب التصنیفات الرائقہ والتالیفات الائقہ۔"[1]

ترجمہ: آپ علمائے صوفیہ موحدہ (شیخ اکبر کے نظریہ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں) میں سے ہیں علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور عمدہ اور مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔

محمد حسن غوثی منڈوی "گلزار ابرار" میں لکھتے ہیں:

"دونوں جہاں کے حقائق واسرار کے آپ عارف تھے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں آپ شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ صدر الدین قونوی کے پیرو ہیں۔ اور ان دونوں بزرگ واروں کی تصنیفات پر آپ نے عمدہ شرحیں لکھیں اور سنجیدہ حاشیہ لگائے ہیں۔"[2]

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی اپنی کتاب "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" میں لکھتے ہیں:

والشیخ علی ۔ کان من نحاریر الزمان واصحاب الذوق والعرفان ۔ مثبتا للتوحید الوجودی، مقتفیا با الشیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ[3]

ترجمہ: شیخ علی مہائمی حاذق زماں صاحب ذوق وعرفان میں سے تھے۔ توحید وجودی کا اثبات کرنے والے اور شیخ ابن عربی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔

شیخ اکبر کا مختصر تعارف

آپ کی ولادت ۱۷/رمضان المبارک ۵۶۰ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۱۶۵ء کو اندلس کے شہر میں ہوئی،

---

(۱) اخبار الاخیار از شاہ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۷۹ مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ

(۲) گلزار ابرار از محمد حسن غوثی منڈوی ص ۱۴۱

(۳) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص ۱۹۷ از غلام علی آزاد بلگرامی مطبوعہ معہد الدراسۃ الاسلامیۃ، جامعہ علی گڑھ

۵۶۸ھ میں آپ کے والد اشبیلیہ منتقل ہو گئے اور وہیں آپ کی پرورش ہوئی۔ آپ نے ابو بکر بن خلف سے جو اس وقت کے مانے جانے فقیہ تھے قراءت سبعہ پڑھی۔ جب آپ کی عمر دس برس کی ہوئی تو آپ کے والد نے حصول علم کے لیے آپ کو فقہا اور محدثین کی خدمت میں بھیجا اور بہت جلد آپ نے مروجہ علوم و فنون میں دسترس حاصل کر لی۔ اس کے بعد آپ نے بیرون ملک اندلس، تونس، مکہ، مصر، بغداد، موصل اور ایشیاے کوچک کا سفر کیا اور جہاں بھی گئے وہاں اپنی علمی و روحانی شخصیت کا لوہا منوایا۔ اور دل کھول کر لوگوں پر علوم ظاہری و باطنی کا فیضان کیا۔ کئی ملک کے حکمراں آپ کو بڑے بڑے عہدے دینا چاہتے تھے مگر چوں کہ طبیعت کا میلان کسی اور ہی طرف تھا اس لیے انکار کر دیتے۔

ان دور دراز سفر میں آپ نے حافظ السلفی، ابن عساکر اور ابوالفرج ابن جوزی جیسی عظیم ہستیوں سے استفادہ کیا۔ آخری عمر میں دمشق میں مقیم رہے اور وہیں جمعرات ۲۸/ربیع الثانی ۶۳۸ھ مطابق ۱۲۴۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جبل قاسیوں کے دامن میں مقام صالحیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ نے سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مولانا جامی نے "نفحات الانس" میں آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو بتائی ہے۔ اور بروکلمان نے ان کی ڈیڑھ سو کتابوں کی ایسی فہرست دی ہے جو دستیاب ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ شہرت "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" کو ملی۔

شیخ اکبر کا نظریہ وحدۃ الوجود

آپ دنیاے اسلام کے پہلے فلسفی ہیں جنھوں نے وحدۃ الوجود کا فلسفہ پیش کیا۔ آپ کے نزدیک توحید کا یہ معنی ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی چیز عالم میں موجود نہیں ہے یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہی ہے۔ تمام عالم اس ہستی مطلق کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں۔ تعدد جو محسوس ہوتا ہے وہ اعتبار ہی ہے۔ وہ ایک ہی ذات ہر اسم کا مسمی، ہر مظہر کی اصل اور تعین کی حقیقت ہے۔ کوئی غیر نہیں ہر جگہ اسی کا ظہور ہے۔ ہر وجود کے ساتھ خواہ ذہنی ہو یا خارجی، خدا کا وجود ظاہر ہے۔ کیوں کہ وجود تو اسی کا ہے۔

چوں کہ آپ پہلے شخص تھے جس نے وحدۃ الوجود کا نظریہ پیش کیا، اس لیے ان کے مذہب کے بارے میں علما کے مابین بڑا اختلاف پیدا ہو گیا اور ان کے موافقین و مخالفین کے تین گروہ ہو گئے۔

❶ پہلا گروہ ان علما کا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ابن عربی امام الاولیاء اور قطب تھے۔ ان کے تمام علوم بالکل صحیح تھے۔ اور وہ ان کے اظہار میں بالکل حق بجانب تھے۔ اس گروہ میں مجد الدین فیروزآبادی، امام

فخرالدین رازی، عبدالوہاب شعرانی، مولانا جلال الدین رومی، مولانا عبدالرحمن جامی وغیرہ ہیں۔

❷ دوسرا گروہ ان علما کا ہے جو ان کے افکار و نظریات کی تردید کرتا ہے اور اسے کفر و زندقہ بھی قرار دیتا ہے۔اس گروہ میں حافظ ذہبی، ابن ایاس تفتازانی، ملاعلی قاری، ابن حجر وغیرہ ہیں۔

❸ تیسرا گروہ ان علما کا ہے جو کہتے ہیں کہ شیخ اکبر کی ولایت میں تو شبہ نہیں، لیکن ان کی باتیں عام سطح سے بلند ہے۔اس لیے ان کی کتابوں کا مطالعہ ہر شخص کے لیے موزوں نہیں۔ان سے ضرر کا اندیشہ ہے۔اس گروہ میں علامہ جلال الدین سیوطی اور الحصکفی وغیرہ ہیں۔

مخدوم مہائمی کی حمایت

مذکورہ تینوں گروہ میں سے شیخ مخدوم علی مہائمی کا تعلق پہلے گروہ سے ہے۔شاید ہی آپ کی کوئی تصنیف ایسی ہو جس میں شیخ اکبر کے خیالات اور افکار کی جھلک نہ پائی جاتی ہو۔آپ ابن عربی اور ان کے فلسفہ وحدۃ الوجود سے اس قدر متاثر تھے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود پر لکھی گئیں دوسرے اکابر کی تصنیفات کی بھی آپ نے شرحیں لکھیں۔اور ابن عربی پر ہونے والے جملہ اعتراضات کے جواب دینے کی پوری کوشش کی ہے۔اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کو معلوم کہ یمن کا کوئی شرف الدین نامی شخص ابن عربی کی تکفیر کرتا ہے تو آپ ابن عربی کی حمایت میں یمن کے سفر پر نکل پڑے اور وہاں پہنچ کر الزامی حجتوں اور قطعی دلیلوں سے اس کے شبہات کا ازالہ فرمایا۔

چنانچہ محمد حسن غوثی منڈوی اپنی کتاب ''گلزار ابرار''میں مخدوم مہائمی کے ایک رسالہ کی تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام جلال الدین محمد نامی یمن میں ایک عالم تھے۔ان کا خط ایک خادم میرے پاس لایا اور اس نے یہ بیان کیا کہ شرف الدین معلم قرآن یمنی کی فہم و بصیرت اس قدر تو ہے نہیں جس کی شعاعیں محی الدین ابن عربی کے کلام پر پڑ سکیں۔بایں ہمہ اس کو شیخ سے انکار ہے۔گو انکار کا باعث اس کی کوتاہی اور نا رسائی ہے۔اور شیخ کی اور پیروان شیخ کی تکفیر کرتا ہے۔یہ ناصواب بیان سن کر خیال پیدا ہوا کہ حق بات ضرور ظاہر کرنی چاہیے۔اور پھر اس خیال نے مجھ کو گھر میں بیٹھنے نہیں دیا۔ناچار سفر کے واسطے کمر باندھ کر یمن کے راستے پر ہو گیا۔اور وہاں پہنچ کر الزامی حجتیں اور قطعی دلیلیں پیش کیں۔بالاخر میں نے شبہات کا کوڑا کرکٹ اور تعن تشنیع کا گرد غبار معلم کے عقائد سے دور کر دیا۔کیوں کہ گروہ صوفیہ جنھوں نے ماسوائے

طریقت کو ترک کر کے حقیقت اور شریعت میں باہم تطبیق دی۔ اور اپنے تئیں نیست شمار کر کے درمیان میں نہیں لاتے ہیں ان کی امداد تمام خداشناس عالموں پر لازم ہے"۔[۱]

(۱) گلزار ابرار از محمد حسن غوثی منڈوی ص ۱۴۲

باب پنجم

معاصرین

حضرت مخدوم علی مہائمی کا زمانہ علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ اس وقت فیروز شاہ تغلق کی بادشاہت تھی جس کا زمانہ امن و امان اور رعیت پروری کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں علم و ادب کو فروغ ہوا، ساتھ ہی علم فقہ کی ترویج و اشاعت پر زیادہ توجہ دی گئی۔

عہد مخدومی میں بڑے بڑے جلیل القدر علما و مشائخ اور صوفیۂ کرام کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی خلق خدا کے ظاہر باطن کو سنوارنے میں وقف کردی۔ حضرت سید علاء الدین ضیاءالحسن حسینی (متوفی:۸۰۱ھ) مخدوم شیخ زین الدین داؤد حسین چشتی (متوفی:۸۰۳ھ) ابو البرکات شاہ حافظ حسینی (م:۸۰۳ھ) مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی (متوفی:۸۰۸ھ) سید شرف الدین مشہدی (متوفی:۸۰۸ھ) شیخ علاء الدین چشتی (متوفی:۸۰۹ھ) مولانا خواجگی (متوفی:۸۱۹ھ) شیخ احمد تھانیسری (متوفی:۸۲۰ھ) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (متوفی:۸۲۵ھ) شیخ محمد مصروف مخدوم بزرگ جنیدی (متوفی:۸۳۴ھ) شاہ احمد عبد الحق ردولوی (متوفی:۸۳۶ھ) شیخ برہان الدین زندہ شاہ مدار (متوفی:۸۴۰ھ) سید حسام الدین قتال جہاں گیری (متوفی:۸۴۲ھ) شیخ احمد مغربی گجراتی (متوفی:۸۴۹ھ) قطب عالم برہان الدین (متوفی:۸۵۶ھ) مولانا عبد الرحمن جامی[1] جیسے فضلائے نام دار اور روحانیت کے تاجدار اس عہد کے آفتاب و ماہتاب تھے۔

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "الخیر الکثیر" میں "نور نبوت کے طبقات" کے عنوان کے تحت نور نبوت کے چار طبقات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کا نام تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

(۴۴) حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کے وصال کے وقت مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمہ کی عمر ۱۸ سال تھی، آپ دونوں کے درمیان خط و کتابت بھی رہی ہے جیسا کہ "خانوادۂ بدر الدولہ" ص:۳۳ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

ولنور النبوۃ اربع طبقات الاولی ھی التی تیسر للحکماء ومن فطرتھم ای انقھار التمثیلات تحت العین وکونھم خیرا بحتا فی علومھم وعاداتھم وعباداتھم۔الثانیۃ۔انصباغ النفس بصبغ ناطقۃ رسول اللہ ﷺ لما علمت ان التام فی معرفتہ یریٰ شمول ھدایتہ فطریا او کسبیا علی الخلیقۃ کلھا فما من تام الا انعکس علیہ انوارہ علیہ الصلاۃ والسلام ومن ھذہ القبیلۃ اوسع الاولیاء علما الشیخ الاکبر۔الثالثۃ۔انصباغھا یصبغ الطاعات و السنن لما علمت ان للفرائض انسلاخا فطریا وللسنن تحققا حیث تلبس بجزئی منھا معصوم احق العباد علیہ الصلاۃ فالصبغ الکلی بصبغہ ومن ھذہ القبیلۃ اصحاب الطرق کالغوث الاعظم و الشیخ السھروردی والنجم الکبری و الشیخ بھاء الحق و الدین بل الشیخ الھروی و المھائمی والجامی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

ترجمہ: مارے نزدیک نور نبوت کے چار طبقے ہیں۔**پہلا** وہ طبقہ جو حکماے امت کہلاتا ہے۔اس طبقے کے لوگ اعیان ثابتہ کے آئینہ دار بن چکے ہیں،چناں چہ ان کا علم اور عبادات سب خیر محض ہیں۔**دوسرا** وہ طبقہ جس کے نفس ناطقہ پر رسول اللہ ﷺ کا رنگ چڑھ جائے۔کیوں کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ جسے معرفت میں کمال حاصل ہو جائے تو اس میں فطری یا اکتسابی طور پر یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ تمام مخلوق کو اپنی ہدایت میں شامل سمجھتا ہے۔چناں چہ جو بھی تام المعرفت ہو گا اس پر رسول اللہ کے انوار نمایاں ہوں گے۔شیخ اکبر(محی الدین ابن عربی)اپنی وسعت معلومات کی بنا پر اسی طبقے میں داخل ہیں **تیسرا** طبقہ وہ ہے جس کو سنن و طاعات شرعیہ کی پابندی نے اس رنگ میں رنگ دیا ہو جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ فرائض میں فطری طور پر انسلاخ ہوتا ہے اور سنن کو تحقق حاصل ہوتا ہے۔کیوں کہ ایک عبد معصوم جو سب سے زیادہ اس مقام کا مستحق ہے ﷺ نے ایک جزئی کو عمل میں لایا اور اس کی پابندی فرمائی تو اس کا کلی بھی اسی رنگ میں رنگ گیا،چناں چہ اصحاب طریقت میں حضرت غوث اعظم، شیخ سہروردی، نجم الدین کبری شیخ بہاء الحق والدین، شیخ ہروی، مخدوم علی مہائمی اور مولانا جامی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۱)"الخیر الکثیر" ص:۱۸۴تا۱۸۶از:شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ،مطبوعہ سعیدی،کراچی

باب ششم

اورادوظائف

بزرگان دین اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کچھ اوراد وظائف مخصوص کر لیتے ہیں، جس پر خود بھی عمل کرتے ہیں اور اپنے مریدین و معتقدین کو بھی ان کا پابند بناتے ہیں۔ حضرت مخدوم علی مہائمی کے ذکر و اذکار کے متعلق کسی کتاب میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔ہاں !آپ کی تحریروں میں شرح سید الاستغفار کا ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا آپ کی مخصوص دعاؤں میں سے ایک ہے۔ہم اپنے قارئین کے استفادہ کے لیے ذیل میں دعاے سید الاستغفار پیش کرتے ہیں:

① دعاے سید الاستغفار

اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی و انا عبدك و انا علی عھدك و وعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت و ابوء لك بنعمتك علیّ و ابوء بذنبی فاغفر لی فا نہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

ترجمہ: خدایا! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد و پیمان پر حتی الامکان قائم رہوں گا۔ میں اپنی بدکرداریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔اپنے اوپر تیری نعمتوں کا معترف ہوں۔اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔خدایا! مجھے بخش دے کیوں کہ تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

② سورہ فاتحہ

حضرت مخدوم علی مہائمی نے تفسیر مہائمی میں سب سے زیادہ اسرار و رموز سورہ فاتحہ کی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔آپ کے نزدیک یہ سورت قرآن کے جملہ علوم و معارف کے خزانے کی کنجی ہے ۔ سورۂ فاتحہ کو سورۃ الدعا، سورۃ المناجات ، سورۃ الشفا اور سورۃ الرقیہ بھی کہتے ہیں ۔ حضرت اس کے پڑھنے کی

تلقین کیا کرتے تھے۔

③ درود پاک

حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو حضور پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے خدا اور فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اس شخص کی دس برائیاں مٹا کر اس کے دس درجات بلند کرتا ہے [1] ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجے گا۔ [2]

دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد درود شریف پڑھنا دعا کو با اثر اور مقبول بنا دیتا ہے۔ حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ اپنی کتابوں میں درود پڑھنے پر بڑا زور دیتے تھے۔ آپ اپنی تفسیر "**تبصیر الرحمان و تیسیر المنا ن بعض ما یشیر الیٰ اعجاز القرآن**" میں ہر سورہ کے اختتام پر درود لکھنے کا التزام فرمایا ہے۔ اس سے آپ کے قلبی اور روحانی رجحان کا پتہ چلتا ہے۔

④ اسمائے حسنیٰ

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے " **وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا** "یعنی اللہ سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعے دعا کرو۔ حضرت مخدوم علی مہائمی نے ایک کتاب "**الوجود فی شرح اسماء المعبود** " لکھی ہے جس میں آپ نے خدا کے ذاتی و صفاتی ناموں کی تشریح و خواص لکھے ہیں۔ گر چہ یہ کتاب ناپید ہو گئی ہے لیکن اس سے یہ تو پتہ چل ہی جاتا ہے مذکورہ آیت پر آپ کا عمل رہا ہو گا۔

(۱) رواہ النسائی۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح "باب الصلوۃ علی النبی و فضلھا" ص:۸٦۔ مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲) رواہ الترمذی۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح "باب الصلوۃ علی النبی و فضلھا" ص:۸٦۔ مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

باب ہفتم

کرامات

ہر وہ خرق عادت بات جو انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے ظاہر ہوا سے معجزہ کہا جاتا ہے اور وہی چیز اگر اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ ہر دور میں لوگوں کو دینداری و نیکو کاری کی دعوت دینے اور ان کی صلاح و فلاح کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے اولیاء اللہ سے کرامت کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی ذات اقدس سے متعلق بہت سے ایسے واقعات تاریخ میں ملتے ہیں، جنہیں دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ ہم یہاں چند کرامتیں ذکر کرتے ہیں جو "قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی" از شیخ طریقت محمد عبداللہ پرؔو مخدومی قیصری، میں ضمیر الانسان کے حوالے سے مذکور ہیں۔

بکری کو زندہ کرنا

حضرت مخدوم مہائمی نے اپنے گھر میں بکری پال رکھی تھی جس سے آپ بہت محبت کیا کرتے تھے۔ ایک روز جب کسی کام کی وجہ سے آپ باہر گئے تو بکری بیمار ہو کر مر گئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے اسے سمندر کے کنارے پھینکوا دیا۔ جب آپ واپس آئے اور بکری کے مر جانے کی خبر سنی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور اسے دیکھنے سمندر کے کنارے چلے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی کنیز بھی تھی۔ جب آپ نے دیکھا کہ بکری مری پڑی ہے تو اپنی کنیز سے کہا "تم یہاں سے چلی جاؤ میں کچھ دیر میں آتا ہوں" یہ سن کر کنیز گھبرا گئی چوں کہ اسے حکم ملا تھا اس لیے وہاں سے جانا پڑا۔ مگر کچھ فاصلے پر آکر چھپ گئی۔ کنیز کے جانے کے آپ

نے اللہ کے حضور دعا کی اور کچھ دیر کھڑے رہے۔ تبھی کنیز نے دیکھا کہ بکری کے پیر حرکت کرنے لگے، پھر آپ نے بکری کا کان پکڑ کر کہا کہ گھر چل اور اسے گھر لے آئے۔

یہ آپ کی سب سے پہلے کرامت تھی۔ جس کا ظہور اس وقت ہوا جب آپ کی عمر صرف دس سال تھی۔

کنیز بھی ولیہ بن گئی

اسی دن سے (جس دن کنیز نے بکری کے زندہ ہونے کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا) آپ کی کنیز کا یہ دستور تھا کہ جب وہ آپ کے کپڑے دھوتی تو پہلی مرتبہ کا پانی رکھ لیتی اور اسے پی لیا کرتی۔ جس کے طفیل وہ بھی صاحب کشف اور ولیہ ہو گئی۔

ایک دن ایک مسافر ماہم کی مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا آپ نے اسے دیکھا کچھ دیر بعد کنیز کے ہاتھوں مسافر کے لیے کھانا بھیجوایا۔ کھانا لے کر کنیز جب مسجد میں آئی تو مسافر غائب تھا۔ کنیز نے یہاں وہاں ڈھونڈا مگر کوئی پتہ نہ چلا، آخر اپنی قوت کشف سے پتہ لگا لیا کہ وہ "مسافر" خانہ کعبہ میں بیٹھا ہے۔ یہ اپنی طاقت سے،۔جو حضور مخدوم کے طفیل عطا ہوئی تھی۔ وہاں پہنچ گئی۔ اور مسافر کی خدمت میں کھانا پیش کر کے لوٹ آئی۔ اس طرح آپ کے پیرو کاروں سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا ہے۔

پل بھر میں مدینہ پہنچنا

حسب دستور ایک روز دور دراز کے صاحبانِ طریقت آئے ہوئے تھے اور محفل جمی ہوئی تھی۔ دوران گفتگو ایک بزرگ جو صاحب کمالات تھے فرمانے لگے کہ حضور سرزمین مدینہ منورہ میں ایک بیر کا درخت ہے۔ جس کے بیر بہت عمدہ اور لذیذ ہوتے ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا یہ بیر کا موسم ہے جاؤ کچھ لے آؤ! انہوں نے بیر لانے کا وعدہ کیا اور وہاں سے چلے گئے۔ یہ بزرگ بھی بڑے کامل تھے۔ دعاے طی الفراسخ بھی معلوم تھی فوراً مدینہ پہنچے، درخت کے نیچے گئے تو معلوم ہوا کہ کوئی درخت پر چڑھا ہے۔ سوچا کہ اب میں کیوں چڑھوں، فرمایا بھائی! "ذرا ایک ٹہنی ہلا دو میں بھی چن لوں"۔ اوپر والے نے کچھ بیر توڑ کر گرا دیے اور ایک ٹہنی بھی ہلا دی۔ انہوں نے سمیٹ لیا اور واپس آئے۔ حضور مخدوم کی بارگاہ میں بیر پیش کیا، شیخ نے تناول فرمایا اور تعریف کی مگر ساتھ ہی فرمایا کہ بیر تو بہت عمدہ ہیں لیکن تم نے بغیر محنت کے حاصل کیے ہیں۔ یہ سن کر وہ بزرگ بہت متعجّب ہوئے اور ظاہر کیا کہ غالباً آپ

دیکھ رہے تھے لیکن وہاں معاملہ ہی الگ تھا، حضور مخدوم پہلے سے پہنچ کر درخت پر چڑھے ہوئے تھے یہ بھی سمجھ گئے اور کہنے لگے حضور گستاخی ہو گئی معاف کیجیے، کہاں آپ اور کہاں ہم۔ آپ قطب الاقطاب اور سلطان الاولیاء ہیں۔ اس کے بعد شیخ مخدوم نے اپنی جیب سے کچھ بیر نکال کر حاضرین میں بانٹ دیے۔

سات سال کے کھوئے ہوئے جہاز کا واپس آنا

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے زمانے ہی میں جہازوں کی آمد ورفت شروع ہو چکی تھی۔ چناں چہ اسی زمانے میں ایک ہندو سوداگر کا جہاز مال لے کر باہر گیا اور عرصہ گزر گیا واپس نہ آیا۔ اس نے ہر طرح پتہ لگانا چاہا مگر معلوم نہ ہو سکا۔ اسی طرح سات برس گزر گئے اور وہ یہ واقعہ قریب قریب بھول گیا تھا۔ مگر جب کبھی اس قسم کی کوئی بات ہوتی تو اسے اپنا نقصان یاد آتا اور افسوس کرنے لگتا۔ اس نے بڑے بڑے عاملوں، نجومیوں اور کاہنوں سے بھی معلوم کیا مگر سب نے یہ بتایا کہ وہ مع سامان کے ڈوب گیا ہے۔ ایک روز کسی جگہ یہی تذکرہ ہو رہا تھا وہاں یہ سوداگر بھی بیٹھا تھا۔ وہیں حضرت مخدوم مہائمی کا ایک مرید بھی تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا تم کبھی ہمارے شیخ کے پاس بھی گئے ہو؟ اگر نہیں گئے تو آج چلو یقیناً وہ صحیح پتہ بتادیں گے۔ وہ گیا اور حضرت کی خدمت میں پہنچ کر سارا ماجرا بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھو اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا کہ آنکھیں کھولو اور جاؤ آج شام کو تمھارا جہاز مع سامان کے ساحل پر آجائے گا۔ وہ گھر تو آگیا مگر حیرت زدہ تھا کہ سات سال کے کھوئے ہوئے جہاز کے بارے میں آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ آجائے گا اور وہ بھی آج ہی۔ شام ہونے سے پہلے ہی وہ سمندر کے کنارے پہنچ گیا اور کشمکش میں تھا کہ اسے دور سے ایک جہاز آتا دکھائی دیا۔ اس کی دھڑکنیں تیز ہو نے لگیں۔ آخر آدھے گھنٹے کے بعد جب جہاز قریب آگیا۔ تو اسکی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا کیوں کہ یہ اسی کا جہاز تھا۔ اسے حضرت مخدوم کی کرامت پر یقین ہو گیا اور اگلی صبح مع اہل وعیال حضور مخدوم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

کنویں سے جواہر پارہ نکالنا

ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور ہم اکیلے ہیں، اور سفر کا ارادہ ہے۔ میرے پاس جواہر پارے ہیں۔ میں ان کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتا۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ لوٹ نہ لیے جائیں، میری خوائش ہے کہ حضور امانت کے طور پر اپنے پاس رکھ لیں جب میں واپس

آؤں گا تو لے لوں گا۔ آپ اس کی مدد کے لیے راضی ہو گئے۔ اس وقت آپ ایک کنویں کے پاس کھڑے تھے فرمایا لاؤ میں رکھ دوں گا۔ جیسے ہی اس شخص نے جواہر پارے آپ کو سپرد کیے آپ نے انہیں کنویں میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر اس آدمی کو بڑا تعجب ہوا اور گھبرا کر کہنے لگا حضور ہم نے آپ کو اپنے پاس رکھنے کے لیے دیا تھا۔ آپ نے تو کنویں میں ڈال دیا اب وہ کیسے مل سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی جب تم چاہو گے مل جائیں گے۔ مگر وہ شخص عجلت پسند تھا۔ اس کو یقین نہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ سرکار میرے جواہر پارے ابھی مجھے دے دیجئے۔ یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ کنویں میں ڈالا اور مٹھی بھر جواہر پارے نکال کر اس کے سامنے ڈال دیے اور فرمایا کہ اپنا جواہر ریزہ پہچان کر لے لے۔ اس شخص کو بڑا تعجب ہوا اور اپنی غلطی پر پچھتا نے لگا۔ آخر آپ نے ان موتیوں میں سے اس کا موتی اٹھا کر اسے دے دیا اور باقی پھر اسی کنویں میں ڈال دیے۔

مچھلیوں کا زندہ ہونا

حضرت مخدوم بڑے متمول اور مالدار تھے۔ آپ کے دستر خوان پر قسم قسم کے کھانے چنے جاتے تھے۔ مہمان خانہ مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔ اور عمدہ کھانوں سے ان کی ضیافت کی جاتی تھی۔ چاروں طرف آپ کی بزرگی اور کرامات کا چرچا ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ کسی مقام پر چند اہل اللہ جمع تھے۔ وہاں آپ کا تذکرہ ہونے لگا کہ آپ بڑے مالدار اور غنی ہیں، نفیس اور بہترین غذا استعمال کرتے ہیں، صاحب کشف و کرامات بھی ہیں اور ولایت کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ ولی کامل بھی ہوں اور معمولی غذا کے بجائے عمدہ عمدہ کھانے کھائیں ولیوں اور درویشوں کو معمولی غذا ہی پسند ہوتی ہے۔ اس پر بہت لمبی چوڑی بحث شروع ہو گئی۔ مگر انہیں تسکین نہ ہوئی۔ وہ خود وہاں جا کر تسلی و تشفی کرنا چاہتے تھے۔ چناں چہ وہ روانہ ہو گئے۔ ادھر حضور مخدوم کو خبر ہو گئی۔ وہ بزرگ جب ماہم پہنچے تو حضرت مخدوم نے بڑی خاطر و مدارت سے مہمان خانہ میں ٹھہرایا۔ جب دستر خوان چنا گیا تو انہوں نے جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ حضور مخدوم حق میزبانی ادا کرتے ہوئے بڑی عزت و تکریم سے مہمانوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک ایک چیز ان بزرگ کو اصرار کے ساتھ کھلاتے اس روز مچھلی خاص طور پر بڑے اہتمام سے رکھی گئی تھے۔ حضرت مخدوم نے پہلے کھانا ختم کیا اور مچھلی کے کانٹوں کو اپنے ہاتھ دھونے والی سلفچی میں ڈال کر اپنے ہاتھ دھو لیے۔ مہمان بزرگ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ہاتھ

دھونے کے لیے سلفچی پیش کی گئی انہوں نے دیکھا کہ کانٹوں کا نام و نشان نہیں بلکہ ان کی جگہ مچھلیاں تیر رہی ہیں۔ وہ بزرگ حیران بھی ہوئے اور شرمندہ بھی۔ کیوں کہ جس جگہ آزمائش کے لیے وہ سراپا سوال بن کر آئے تھے اس کا جواب اسی طرح مل گیا۔ پھر بڑی عاجزی سے اپنی گستاخی کی معافی طلب کی۔ حضور نے شفقت بزرگانہ کا ثبوت دیتے ہوئے معاف فرمایا بعد میں یہ بھی فرمایا کہ اس سے مقصود فخر نہیں تھا بلکہ یہ دکھانا تھا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بڑا فضل والا ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل عام کر دیتا ہے۔

غریب لڑکے کی کرامتی امداد

ماہم میں ایک غریب لڑکا رہتا تھا جس کی منگنی ایک کھاتے پیتے گھر کی لڑکی سے ہوگئی تھی۔ چوں کہ ماہم سمندر کے کنارے تھا۔ دوسرے ممالک سے جہازوں کی آمد و رفت جاری تھی لوگ آتے تھے اور ماہم میں قیام بھی کرتے تھے۔ اسی درمیان اتفاق سے ایک خوبصورت عرب تاجر کسی ضرورت سے لڑکی کے مکان کے پاس سے گزرا۔ اس لڑکی پر جو نگاہ پڑی اس کا عاشق ہوگیا۔ اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر اس لڑکی کی شادی نہیں ہوئی ہے تو میں اس سے شادی کر لوں گا۔ لڑکی کو جاننے والے بھی اس محفل میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ ابھی شادی نہیں ہوئی ہے مگر فلاں غریب لڑکے سے منگنی ہو چکی ہے۔ تم سے شادی ناممکن ہے تم اس خیال کو دل سے نکال دو۔ عرب تاجر کہنے لگا کہ منگنی ہوئی ہے تو کیا ہوا ابھی ٹوٹ سکتی ہے اور اس سلسلے میں جو خرچ ہوگا میں برداشت کروں گا۔ کچھ لالچی یہ سن کر لڑکی کے والد کے پاس گئے اور بہلا پھسلا کر اسے منگنی توڑنے پر راضی کر لیا۔ دوسرے دن جماعت بلائی گئی۔ جب یہ خبر عرب تاجر کو ملی تو بہت خوش ہوا مگر بے چارہ غریب لڑکا بہت رنجیدہ ہوا۔ صبح نماز کے لیے لڑکا جب مسجد میں آیا تو تاج الاولیاء حضرت مخدوم کی نظر اس پر پڑ گئی، آپ پر سب معاملہ روشن ہوگیا۔ لڑکے کو الگ بلا کر ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہو گھبراؤ نہیں، سچے کو ہمیشہ راحت ہے۔ میں خود جماعت میں جاؤں گا اور تمھارے لیے کوئی سبیل پیدا کروں گا۔ لڑکا اس نظر عنایت پر بہت خوش ہوا اور نماز کے بعد اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ وقت مقررہ پر محفل منعقد ہوئی۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ بھی تشریف لے گئے۔ حاضرین محفل نے انتہائی گرم جوشی سے آپ کا خیر مقدم کیا اور بہت خوش ہوئے پھر حضور ہی کو محفل کا صدر بنایا گیا۔ گفتگو شروع ہوئی اور جب لڑکے کی غربت کی بنا پر منگنی توڑنے اور عرب سے منگنی کرنے کا سوال پیدا ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ غریبی اور امیری کسی کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ کسی نے

عرب تاجر کی حمایت میں جھوٹ بول کر لڑکے پر شراب نوشی کا الزام لگایا تو حضور نے فرمایا کہ کیا اسے شراب پیتے یا نشے کی حالت میں کسی نے دیکھا ہے ؟اگر کسی نے دیکھا ہے تو بیان کرے ورنہ جب چشم دید گواہ نہیں ہے تو دوسری باتوں کو فراموش کیا جاسکتا ہے۔اس پر سب خاموش ہوگئے۔پھر حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ نے فیصلہ سنایا کہ اس سال عرب تاجر اور یہ لڑکا دونوں حج کے لیے جائیں اور جو پہلے واپس آئے اس سے شادی کی جائے۔آپ کے اس فیصلے کو سب نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔عرب تاجر بہت خوش ہوا کیوں کہ اس کے پاس اپنا بادبانی جہاز تھا۔اپنی مرضی سے جب چاہے جاسکتا تھا اور لوٹ سکتا تھا۔جب کہ غریب لڑکے کو کرایے کے جہاز سے جانا تھا۔اور اپنی مرضی سے واپسی کی کوئی صورت نہ تھی۔اس کے دو چار دن بعد ہی عرب اپنے جہاز کے ذریعے حج کے لیے روانہ ہوگیا۔لڑکے نے یہ سنا تو مایوس ہوگیا اور حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضری دی اور عرض کیا کہ عرب تاجر تو آج چلا گیا۔حضرت مخدوم نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ مت خدا کوئی راستہ نکال دے گا۔شوال،ذی القعدہ اور ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ گزر گئی لیکن کوئی انتظام نہ ہوسکا نویں تاریخ کی صبح لڑکا جب مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا تو حضرت مخدوم نے بلاکر فرمایا کہ نماز کے بعد تم کہیں جانا نہیں۔یہیں بیٹھے میرا انتظار کرنا نماز کے بعد وہ آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا آپ تشریف لائے اور لڑکے کو بلا کر ٹہلتے ہوئے مسجد کے حوض کے کنارے کھڑے ہوگئے پھر لڑکے سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو اور جب تک میں نہ کہوں مت کھولنا۔پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر حوض میں اترے اور غوطہ لگایا چند منٹ بعد حکم دیا کہ آنکھیں کھولو۔اب جو لڑکے نے آنکھیں کھولی تو خود کو خانہ کعبہ کے دروازے میں پایا۔حضرت نے اپنی جیب سے روپئے نکال کر دیے اور فرمایا کہ یہ رقم حج کے ضروری سامان میں خرچ کرنا۔اور حج کے متعلق خاص خاص باتیں سمجھا کر فرمایا کہ دیکھو فلاں جگہ عرب تاجر کا خیمہ ہے اس سے آج ہی ملاقات کرلینا اور حج سے فارغ ہوکر ہم سے یہیں ملنا اور یاد رکھنا کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔اس کے بعد آپ نے اسے رخصت کردیا وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے آگے بڑھا دل میں بہت خوش تھا کہ اللہ تعالی نے ہمیں ایسا رہبر کامل عطا کیا ہے۔الغرض وہ احرام باندھ کر عرفات کے میدان میں پہنچا اور عرب تاجر کا خیمہ تلاش کرکے کہ ملاقات کی اس کے بعد حج کے ارکان ادا کیے تین چار روز میں سب ارکان پورے کرکے بارہ تاریخ کو حطیم پر آکر حضور سے ملاقات کی آپ نے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر آنکھیں بند کرائیں اور اپنی مسجد میں پہنچ گئے۔چھ مہینے کے بعد عرب تاجر بھی ماہم

واپس آگیا۔ حسب وعدہ جماعت بلائی گئی۔ آپ بھی شریک ہوئے عرب تاجر بھی شریک تھا۔ آپ نے تاجر سے دریافت کیا کیوں میاں تم نے حج کیا؟ تاجر نے جواب دیا "جی ہاں"۔ آپ نے فرمایا یہ لڑکا بھی گیا تھا یا نہیں، کیا اس سے ملاقات ہوئی تھی؟ تاجر نے جواب دیا: جی ہاں یہ لڑکا حج کو گیا تھا عرفات میں مجھ سے ملا بھی تھا اور تمام ارکان حج کے وقت بھی میں نے اس کو وہاں دیکھا تھا۔ پھر آپ نے سب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ لوگو! حج سے لوٹ کر ماہم کون پہلے آیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ لڑکا پہلے آیا ہے اور ساتھ ہی سب کو یقین ہو گیا کہ لڑکے پر حضور کی چشم عنایت ہے۔ اس سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا۔ عرب تاجر بھی خاموش ہو گیا بالآخر لڑکی کی شادی اسی غریب لڑکے سے ہو گئی۔

باب ہشتم

وفات

ایک طویل مدت تک عالم کو اپنے کمالات ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے اور عالم اسلام میں روحانیت اور رجوع الی اللہ کا عالم گیر ذوق پیدا کر کے ۷/ جمادی الاخری جمعہ کی شب ۸۳۵ھ مطابق ۱۴۳۱ء میں ۵۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد ماہم ہی میں اپنے اقربا کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔[1]

مادہ تاریخ "جنات الفردوس" نکلتا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب "خزینۃ الاصفیاء" میں دو قطعات بھی ذکر کیے ہیں جن سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(۱)
شیخ ایں پیرو نبی و ولی — بود عالی ولی گجراتی
سال وصلش چو از خرد جستم — گفت کامل علی گجراتی
۸۳۵ھ

(۲)
شد ز دنیا چو در بہشت بریں — والی ملک دیں علی و ولی
گو وصالش علی عدیم المثل — ہم بخواں زبدۂ بہشت علی
۸۳۵ھ

(۱) ماثر الکرام تاریخ بلگرام (مترجم) ص:۲۹۶ از: غلام علی آزاد بلگرامی مطبوعہ جامعۃ الرضا، بریلی و سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص:۱۹۸ از: غلام علی آزاد بلگرامی، معہد الدراسات الاسلامیہ، جامعہ علی گڑھ۔ و تاریخ کوکن ص:۳۱۶ از: ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم اے، پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ۔ ۴۴ جید روڈ (ایسٹ) ڈونگری، ممبئی ۹

اور مولانا فقیر محمد جہلمی نے اپنی کتاب "حدائق الحنفیہ" میں "سخن فہم" سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔[۱]

والدہ کا انتقال

آپ کی وفات سے آپ کی والدہ ماجدہ کو گہرا صدمہ پہنچا اور اسی صدمہ میں چالیس دن بعد ۱۷/رجب ۸۳۵ھ میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ مزار کی دائیں جانب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔[۲]

مقبرہ کی تعمیر

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے روضہ کے ارد گرد ایک سادہ عمارت بنادی گئی تھی پھر تقریبا ۲۵۰ سال بعد عہد مغلیہ میں کسی مخیر عقیدت مند نے ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ء کو روضے کی مرمت اور توسیع کروائی اور ایک عالی شان گنبد بنوایا، اس کے ۷۷ سال بعد کسی امیر علی خان نے ایک ایوان اور چار گوشہ گنبدوں کا اضافہ کیا، جیسا کہ مادہ تاریخ "زہمت علی منور شد" سے پتہ چلتا ہے۔[۳]

ٹرسٹ کا قیام

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کے مزار کی تولیت اور نگرانی عہد قدیم ہی سے "بھیمڑی" (بھیونڈی) کے مشہور بزرگ دیوان شاہ بابا کے سادات خاندان میں وارثا چلی آ رہی تھی۔ مولود، شب چراغ، عود، گل اور اعراس کے اخراجات میں احمد نگر اور بیجاپور کے سلاطین مدد کرتے تھے۔[۴] اسی خاندان کے ایک فرد نواب سردار الحق، خان بہادر دلیر جنگ دلیر ملک، سی آئی ای، ماہم درگاہ

---

(۲) خزینۃ الاصفیا ص:۳۰۹ از: مولانا فقیر محمد جہلمی

(۱) قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی ص:۲۴، از محمد عبداللہ پرو مخدومی قیصری، مطبوعہ بھونیش آرٹ ملاڈ ممبئی ۹۷

(۲) تاریخ کوکن ص:۴۵۷ از: ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم اے، پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ۔ ۴۴ جید روڈ (ایسٹ) ڈونگری، ممبئی ۹ و قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی ص:۲۴، از محمد عبداللہ پرو مخدومی قیصری، مطبوعہ بھونیش آرٹ ملاڈ ممبئی ۹۷

(۳) تاریخ کوکن ص:۴۵۷ از: ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم اے، پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ، ڈونگری، ممبئی ۹

کے آخری موروثی متولی تھے۔[1] جب ۱۰ جولائی ۱۸۹۰ء میں "پیر مخدوم صاحب چیریٹیبل ٹرسٹ / وقف" کا قیام عمل میں آیا۔ (اس ٹرسٹ کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ یہ دنیا کی سب سے پہلی درگاہ ٹرسٹ ہے جسے برطانیہ کی جانب سے آئی ایس او۔ ISO۔ سرٹیفکٹ ملا ہے۔) تو نواب زادہ نصر اللہ خاں، سردار علی خاں اور محمد حسین مقبہ اس کے اولین تین ٹرسٹ مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ میں ہندوستان کی آزادی کے بعد دوسری بار اسسٹنٹ چیریٹی کمشنر ممبئی کے پاس دوبارہ "پیر مخدوم صاحب چیریٹیبل ٹرسٹ" رجسٹرڈ کیا گیا۔ اس مرتبہ ٹرسٹ کا رجسٹریشن ۱۷ اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوا اور اس دوسرے رجسٹریشن کے مطابق تین افراد ❶ مولوی محمد یوسف بیندادے ❷ ڈاکٹر سید عبد القادر العدروس ❸ حاجی محمود باولا ٹرسٹی مقرر ہوے۔ فی الحال "پیر مخدوم صاحب چیریٹیبل ٹرسٹ" کے حسب ذیل تین ٹرسٹی ہیں:

❶ جناب محمد فاروق سلیمان درویش (چیرمین)
❷ جناب محمد سہیل کھنڈوانی (مینیجنگ ٹرسٹی)
❸ ڈاکٹر مدثر لامبے (ٹرسٹی)

صدر دروازہ

اس ٹرسٹ نے ۱۹۵۳ء میں حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی درگاہ کا خوبصورت صدر دروازہ تعمیر کروایا جس پر مولوی عبد القادر لطفؔ چورگھے کا تحریر کردہ یہ قطعہ لکھا ہوا ہے:

تعالی اللہ بابِ جنت است ایں — چہ اعلی بارگاہ عظمت است ایں
بگوائے لطفؔ صالح باب جنت — تجلی گاہ نور رحمت است ایں

ٹرسٹ کے مقاصد

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ پر ریسرچ کرانا، تعلیم کو فروغ دینا اور غریبوں مسکینوں کی امداد کرنا ٹرسٹ کے اہم مقاصد ہیں۔ اور ٹرسٹ اپنے ان مقاصد کی طرف رواں دواں ہیں۔ ذیل ہم ٹرسٹ کی خدمات کی ہلکی سی جھلک دکھاتے ہیں۔

(۴) تاریخ کوکن ص: ۴۵۷ از: ڈاکٹر مومن محی الدین (ایم اے، پی، ایچ، ڈی) مطبوعہ نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ، ڈونگری، ممبئی ۹

❶ ۲۰۰۶ء میں Hazrat Makhdum Ali Mahimi Memorial Oriental Reserch Instiute and Library. قائم کیا گیا، جس کے تحت کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔اور لائبریری بھی ہزاروں کتابوں سے مزین ہے۔

❷ ۲۰۰۷ء میں Langar and poverty Relief قائم کیا گیا۔جس کے تحت روزانہ غریبوں کے لیے لنگر اور زائرین کے لیے نیاز کا اہتمام کیا جاتاہے ۔اور مسکینوں کو ماہانہ راشن (دال،چاول،شکر،تیل وغیرہ)دیاجاتاہے۔

❸ ۲۰۰۸ءمیں حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کے والدبزرگوار کے نام سے Hazrat Shaikh Ahmed Medical Aid Center قائم کیا گیا۔جس کے تحت غریبوں اور مسکینوں کا علاج ومعالجہ ہوتاہے۔

❹ ۲۰۰۹ء میں آستانے کے سامنے حضرت مخدوم علی مہائمی کی والدہ محترمہ کے نام سے Hazrat Bibi Fatima Computer Education & Training Institute (HBF CETI) قائم کیا گیاجس میں سینکڑوں افراد خودکوکمپیوٹر کی تعلیم سے آراستہ کررہے ہیں۔

❺ ۲۰۱۱ء میں جسمانی صحت کو بحال رکھنے کے لیے Makhdumiya Health and Fitness Center قائم کیا گیا۔

❻ ۲۰۱۲ء میں Makhdum Shah Baba Cardialc Ambulance services کا آغاز ہوا۔یہ ایمبولنس ۲۴ گھنٹہ آستانہ کے سامنے کھڑی رہتی ہے۔جو چاہتاہے رعایتی قیمت پراس خدمات حاصل کرتاہے۔

❼ Human Industrial Institute کے ذریعے بچیوں کو کٹنگ ،ڈیزائنگ ،آرٹ ،کرافٹ ،پینٹنگ اور مہندی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

❽ ۱۹۱۱ءسے Madrsa-E-Makhdumia school میں سینکڑوں بچوں کوپری پرائمری اور پرائمری کی تعلیم دی جارہی ہے۔

ان کے علاوہ درگاہ میں ہر طرف سی سی ٹی وی کیمرہ لگا ہوا ہے۔آستانہ کے درمیانی گنبد کو ۴۷ فٹ سے بڑھاکر ۷۲ فٹ کردیا گیاہے۔اور درگاہ کا کل رقبہ ۲۹۳۰ مربع فٹ کرنے کا منصوبہ ہے۔

عرس

ہر سال ۸/جمادی الآخرہ کو حضرت مخدوم مہائمی علیہ الرحمہ کا عرس منایا جاتا ہے۔ آپ کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی جاتی ہے۔ قل شریف اور محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ اور زائرین کے لیے پوری رات آستانہ کھلا رہتا ہے۔

دارالعلوم حضرت مخدوم علی مہائمی

اس دارالعلوم کے بانی و سرپرست حضرت مولانا قاضی ڈاکٹر محمد خلیل پٹھان قادری رحمانی شافعی مصباحی علیہ الرحمہ، سابق خطیب و امام ماہم جامع مسجد، تھے۔ ۲۰۰۴ء میں آپ کا وصال ہوگیا۔ فی الحال دار العلوم آپ کے صاحبزادہ مولانا قاضی سعد پٹھان قادری رحمانی شافعی ازہری، خطیب و امام ماہم جامع مسجد کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ جس میں تین اساتذہ تقریباً ۶۰ بچوں کو حفظ و ناظرہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

خراج عقیدت

۲۶/دسمبر ۲۰۰۵ء کو اس وقت ممبئی کا سب بڑا پل۔ جے جے مارگ سے کرافورڈ مارکیٹ تک۔ حضرت مخدوم علی مہائمی کے نام منسوب کرکے حکومت نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ جس پر مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ ولاس راؤ دیشمکھ کے ہاتھوں "قطب کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی" نام کا سائن بورڈ لگایا گیا ہے۔

باب نہم

آثارویادگار

آثار و یادگار میں ہمیں دو چیزیں ایسی ملتی ہیں جنہیں حضرت مخدوم علی مہائمی سے نسبت ہے۔ایک قرآن مقدس ہے جس کی کتابت خود آپ نے کی تھی۔ مزار کے اندر مغربی دیوار پر چاندی کے ایک بکسے میں رکھا رہتا ہے۔اور ہر سال ۲۹ویں رمضان کو زیارت کرایا جاتا ہے جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فن کتابت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ دوسری چیز درگاہ سے متصل ماہم کی موجودہ جامع مسجد ہے جس کی تعمیر آپ نے کرائی تھی۔اور اسی میں تاحیات عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔ [1] اس اعتبار سے یہ ایک تاریخی اور ممبئ کی سب سے قدیم مسجد ہے۔

آپ کا ایک قطب خانہ بھی تھا جس میں نادر و نایاب کتابیں تو تھیں ہی خود آپ کی تصنیف کردہ کئ کتابیں موجود تھیں جو متولیوں کی نا اہلی اور بے توجہی کی نذر ہوگئیں۔بقول جناب نور پرکار صاحب لائبریرین حضرت مخدوم علی مہائمی لائبریری: ''حضرت کی لکھی ہوئی کتابوں کو لے جاکر قبرستان میں دفنا آے''۔اگر آج وہ کتابیں موجود ہوتیں تو نہ صرف یہ کہ علمی سرمایہ میں اضافہ ہوتا بلکہ حضرت مخدوم کی سیرت کے دوسرے پہلو بھی سامنے آتے۔

(۱)قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی المہائمی ص:۲۵ از: محمد عبداللہ پرو مخدوم قیصری، مطبوعہ بھونیش ارٹ ملاڈ، ممبئ ۹۷

باب دہم

قلمی یادگاریں

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزارا، آپ کی تصانیف میں زیادہ تر بحثیں فلسفہ اور تصوف پر ملتی ہیں۔ چناں چہ آپ نے وحدۃ الوجود، فنا و بقا، جبر و اختیار، ہستیٔ مطلق، تنزلات ستہ، حقیقت محمدیہ جیسے تصوف کے دقیق اور پیچیدہ مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ اور ہر موضوع پر سیر حاصل اور محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔

آپ کے دور میں فلسفہ اور تصوف کا رواج تھا۔ اہل علم اور صوفیۂ کرام ان مسائل کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ اس لیے اس وقت حضرت مخدوم کی تصنیفات قدر کی نظر سے دیکھی گئیں۔ لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان مسائل سے لوگوں کا میلان بھی ختم ہوتا گیا۔ نتیجتاً آپ کی بہت سی کتابیں تلف ہو گئیں۔ اور جو بچیں ان میں سے بھی صرف بعض ہی طبع ہو پائیں۔ بقیہ میں سے کچھ ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ اور کچھ کا ذکر صرف کتابوں میں ملتا ہے۔ جن کتابوں تک ہماری رسائی ہو پائی انہیں ہم مختصر تعارف کے ساتھ قارئین کے استفادہ کے لیے یہاں درج کرتے ہیں۔

(1) ادلۃ التوحید

یہ رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کی تائید میں لکھا گیا ہے۔ جس میں آپ نے اس نظریہ کو کتاب و سنت، ائمہ دین، مفسرین اور صوفیہ کے اقوال سے ثابت کیا ہے۔ اس رسالہ کے متعلق شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"بغایت درجہ موجز و منقح، در تحریر دلائل عقلیہ و براہین قاطعہ و ازالۂ شکوک و احاطہ شبہات سخن را بغایت تدقیق نمودہ۔"(1)

ترجمہ: یہ دلائل عقلیہ و براہین قاطعہ، ازالۂ شکوک اور احاطہ شبہات کے باب میں نہایت مختصر اور شستہ

(1) اخبار الاخیار۔ ص:۱۷۹ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، مطبوعہ دہلی

کتاب ہے اور مصنف نے اپنی بات نہایت باریکی سے پیش کی ہے۔

② اجلۃ التائید فی شرح ادلۃ التوحید

ادلۃ التوحید لکھنے کے بعد آپ اس کے مغلقات کی توضیح کی ضرورت محسوس کی تو اس کی شرح لکھنے کا آغاز فرمایا اور نہایت مفصل انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

③ انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام

یہ کتاب شریعت کے اسرار و رموز پر لکھی گئی ہے جو کہ علم حدیث کا سب سے زیادہ دقیق و عمیق باب ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر پیش کیا ہے۔

ہندوستانی علما میں مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی وہ ذات ہے جس نے سب سے پہلے اس فن پر قلم اٹھایا اور ایک مستقل کتاب لکھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس فن میں ایک کتاب بنام "حجۃ اللہ البالغہ "تصنیف فرمائی اور دعوی کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ شاید آپ کی نظر سے مخدوم علی مہائمی کی یہ تصنیف نہیں گزری۔

④ امحاض النصیحۃ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے دفاع میں آپ کی یہ دوسری کتاب ہے۔ اس کتاب سے شاہ عبد اللطیف معروف بہ سید شاہ محی الدین قادری دیلوری نے اپنی تصنیف " **فصل الخطاب بین الخطا و الصواب**"میں کافی مدد لی ہے۔"**امحاض النصیحۃ**"کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش اورنٹیل لائبریری پٹنہ میں ہے۔

⑤ مراۃ الحقائق

صوفی محمد عزالدین المغربی (جو فلسفہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے) کی فارسی کتاب "جام جہاں نما"کا عربی ترجمہ ہے۔ جس میں ذات حق، احدیت، واحدیت، حقیقت محمدیہ، تنزلات ستہ وغیرہ مباحث پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب نہایت مجمل اور مبہم ہے اور تصوف کی مشکل ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ مراۃ الحقائق ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نسخہ ممبئی یونیورسٹی کی لائبریری میں کھٹ کھٹے کلیکشن کے تحت موجود ہے۔

⑥ اراءۃ الدقائق فی شرح مراۃ الحقائق

مراۃ الحقائق (عربی ترجمہ جام جہاں نما) کے مندرجات چوں کہ بہت مجمل اور مبہم تھے۔ اس لیے آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس کی تشریح وتوضیح کرکے اس کی پیچیدگیاں ختم کردی جائے۔ اور پھر "اراءۃ الدقائق فی شرح مراۃ الحقائق" کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

۷ تبصیر الرحمان و تیسیر المنان بعض مایشیر الی اعجاز القران

حضرت مخدوم علی مہائمی کی مشہور زمانہ تصنیف ہے۔ جو "تفسیر رحمانی" یا "تفسیر مہائمی" کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا باقر مرتضی آگاہ نے اپنی تصنیف "نفحة الانبرية" میں شیخ حبیب اللہ کے حوالے سے حضرت مخدوم علی مہائمی کا یہ قول نقل کیا ہے: "میں نے لوح محفوظ سے اپنی تفسیر کا مقابلہ کرلیا ہے۔"[1] دوسری تفسیروں کی بہ نسبت اس تفسیر کا انداز کچھ خاص ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کے آپ نے آیتوں کے ربط کو ٹوٹنے نہ دیا اور دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کی نئی توضیح وتشریح کی ہے۔ تیسری خوبی یہ ہے کہ ہر سورت سے پہلے اس کا مختصر تعارف کرایا اور وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ اسی طرح ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ دوسرے مفسرین کی طرح آپ صرف ونحو کے پیچیدہ مسائل سے نہیں الجھتے اور نہ ہی ایک ایک لفظ پر لمبی لمبی بحثیں کرتے ہیں۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے جملوں اور واضح اشارات سے آیت قرآنی کی تفسیر بیان کرتے جاتے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ "انجمن اہل سنت اشرفی دارالمطالعہ" الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ میں موجود ہے جس کی طباعت دو ضخیم جلدوں میں مطبع بولاق، مصر سے ہوئی ہے۔ تفسیر مہائمی کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔ سن تحریر ۱۱۵۹ھ ہے۔

۸ النور الازہر فی کشف القضاء والقدر

اس کتاب میں حضرت مخدوم علی مہائمی نے شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریہ قدر وقضا کی عقلی و نقلی دلائل سے مزید توضیح وتشریح کی ہے۔ ابن عربی کے اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قضا وقدر کا تعلق، اعیان ثابتہ یا اشیا کی ان کے قبل از وقت حقیقتوں کے ساتھ ہے۔ جو باری تعالی کے علم میں ثابت ہیں۔ قدر اور نوشتۂ تقدیر سے مراد اشیا کا یہی ازلی علم ہے۔ جو ان کے وجود سے مقدم ہے۔

(۱) نفحۃ العنبریہ از: مولانا باقر آگاہ بحوالہ تاریخ النوائط ص: ۱۳۵۵ از: عزیز یار جنگ، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۲ھ

⑨ الضوء الازھر فی شرح النور الازھر

یہ کتاب بھی آپ نے رسالہ "**النور الازھر فی کشف سر القضاء و القدر**" کی شرح میں لکھا ہے۔ مکمل نسخہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے یوسف کھٹ کھٹے نے ناقص ہی چھپوادیا تھا۔ یہ مطبوعہ رسالہ جامع مسجد ممبئی کے کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے۔

⑩ فتاویٰ مخدومیہ

یہ ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جن کا آپ سے استفتا کیا گیا تھا۔ سید امام الدین گلشن آبادی نے اپنی کتاب "تاریخ الاولیا" میں اس کا ذکر کیا ہے مگر اب یہ ناپید ہے۔

⑪ فقہ مخدومی

یہ کتاب فقہ شافعی میں ہے اس کتاب کو آپ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے مگر زبان و بیان کا جو اسلوب آپ کی دیگر کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ اس میں نہیں ملتا۔ یوسف کھٹ کھٹے "**کشف المختوم فی حالات الفقیہ المخدوم**" کے نزدیک یا تو اس میں تحریف کر دی گئی ہے یا یہ آپ کی بالکل ابتدائی تصنیف ہے۔ یہ کتاب مفتی محمود اختر مصباحی کے اردو ترجمہ کے ساتھ ممبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

⑫ استجاء البصر فی الرد علیٰ استقصاء النظر

یہ کتاب شیعی عالم ابن مطہر الحلی کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس کا ذکر تو اکثر لوگوں نے کیا ہے مگر اب یہ ناپید ہے۔

⑬ الوجود فی شرح اسماء المعبود

اس کتاب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کی تشریح و خواص میں لکھے ہیں۔ حضرت سید امام الدین گلشن آبادی نے تاریخ الاولیا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔

⑭ ترجمہ و شرح لمعات عراقی

یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جس کے مصنف شیخ فخر الدین عراقی ۶۸۸ھ ہیں۔ حضرت مخدوم علی مہائمی نے کتاب کی افادیت کو دیکھتے ہوئے عربی میں اس کا ترجمہ کیا اور اس پر حواشی بھی لکھے۔ اس کتاب کا موضوع مسئلۂ زماں ہے۔ صاحب کتاب نے قدیم فلاسفہ کا زمانے کے سلسلے میں

اختلاف بیان کیا ہے۔ پھر متاخرین فلاسفہ کے مذہب پر زمانہ کی چار قسمیں (۱) زمان تصوری یا خیالی (۲) زمان محسوسی یا مشہور (۳) زمان طبعی (۴) زمان مطلق بیان کی ہے۔ اس کے بعد زمانہ کی پانچویں قسم زمان ایزدی بیان کی ہے۔ جو کسی قسم کو قبول نہیں کرتا، جس میں نہ ایاب و ذہاب ہے اور نہ اس کا آغاز و انجام ہے۔

⑮ **الرتبة الرفیعة فی الجمع و التوفیق بین الاسرار الحقیقة و انوار الشریعة**

یہ کتاب ابن عربی پر کیے گئے اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جب حضرت مخدوم علی مہائمی کو یہ معلوم ہوا کہ یمن کے علاقہ زبید کے رہنے والے شیخ اسماعیل مقری نے ایک کتاب بنام ''**الذریعة الی نصرة الشریعة**'' لکھی ہے۔ اور اس میں صوفیہ کرام اور خاص کر ابن عربی پر اعتراضات کیے ہیں۔ تو آپ نے اس کے جواب میں یہ کتاب لکھی اور دلائل و براہین سے اس طرح مزین کیا کہ معترض کے اعتراضات بے وقعت نظر آتے ہیں۔

اسماعیل مقری کی کتاب کی پہلی بحث مسئلہ سماع پر ہے۔ جس میں اس نے علما کے اختلاف اور اس کی نوعیت لکھی ہے۔ سماع کی قسمیں حرام، مکروہ، مندوب، مستحب اور جائز بتائی ہیں۔ اس مسئلے میں مخدوم مہائمی نے امام غزالی کے مسلک کی تائید کی ہے۔ دوسری بحث حلاج کے قول انا الحق پر ہے اس سلسلے میں آپ نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ حلاج کے قول ''انا الحق'' اور بایزید بسطامی کے قول ''سبحانی ما اعظم شانی'' کے صحیح محمل نہ سمجھنے کی بنا پر لوگوں نے فتنہ کھڑا کیا ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ باتیں عوام کے فہم اور ان کی سطح دماغ سے بہت بلند و بالا ہے۔ تیسری بحث شیخ اکبر کے بعض اقوال پر ہے۔ مخالفین نے ان اقوال کی تردید کی ہے اور شیخ اکبر کی تکفیر کی ہے۔ حضرت مخدوم نے اس سلسلے میں شیخ اکبر کے اقوال کی توضیح کی ہے اور اس کی عمدہ تاویلیں پیش کی ہیں۔ پھر اکابر صلحائے کرام کی کتابوں سے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

یہ کتاب ۲۳۰ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ درگارہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مخدوم مہائمی کی حیات یعنی ۸۲۲ھ میں لکھا گیا۔ اسماعیل مقری کی کتاب کو سرخ روشنائی سے بطور متن اور مخدوم مہائمی کی جوابی کتاب کو سیاہ روشنائی سے بطور شرح اس کے نیچے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب پر تین مہریں ہیں ایک جہانگیر بادشاہ کی دوسری ''کریما بہ بخشائے بر حال ما'' کی اور تیسری

"فیاض الدین مظفر الدین عدم تبدیل"کی۔آخر میں یہ جملہ لکھا ہے:

یوم الجمعة وقت العصر الثانی من صفر، سنة اثنتین و ثمان مائة من الهجرة النبویة علیٰ صاحبها افضل الصلوٰة و التحیة۔

⑯ زوارف اللطائف فی شرح عوارف المعارف

فن تصوف میں عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (۶۳۲ھ) کی مشہور تصنیف ہے۔ تیرہویں صدی میں جب سلاسل کی تنظیم ہوئی تو دیگر سلسلوں نے بھی اس کتاب کو اپنا لیا۔ اس کتاب کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں تصوف کے بنیادی عقائد، طریقۂ عمل، خانقاہوں کی تعظیم، مریدین و شیوخ کے تعلقات اور دیگر دینی و اخلاقی مسائل، قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کی افادیت دیکھتے ہوئے حضرت مخدوم مہائمی نے اس کی شرح زوارف اللطائف کے نام سے لکھی اور اس کے مجمل و مبہم گوشوں کی وضاحت کردی اور ساتھ ہی ساتھ احادیث اور صوفیہ کی کتابوں سے مزید واقعات کا اضافہ کیا۔

اس شرح کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ محمدیہ جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے۔ کاتب کا نام محمد عظمت اللہ باری بن مولوی کرامت اللہ ہے۔

⑰ خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم

یہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی معرکۃ الآرا کتاب فصوص الحکم کی شرح ہے۔ فصوص الحکم وہی کتاب ہے جس میں پہلی مرتبہ شیخ اکبر نے فلسفۂ وحدت الوجود کو نہایت ہی مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔

چوں کہ مسئلہ وحدت الوجود علمی سے زیادہ ذوقی اور روحانی تھا۔ اس لیے جو علما اس کی لذت سے آشنا نہ تھے انہوں نے اس پر اعتراضات کیے اور اس کے رد میں کتابیں لکھ ڈالیں۔

شیخ اکبر کی حمایت میں بہت سے صوفیہ کرام نے کتابیں لکھیں۔ اور آپ کے اقوال کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کی ہیں۔ مگر پوری طرح کامیاب نہیں ہو پائے۔ اسی چیز نے مخدوم علی مہائمی کو خصوص النعم لکھنے پر ابھارا۔ چناں چہ آپ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اور بہت سے شارحین مصنف کے صحیح نقطۂ نظر تک پہنچنے اور چھلکے سے مغز علیحدہ کرنے میں

کامیابی حاصل نہیں کرسکے اور نہ بعض جگہ ان گوشوں کو اجاگر کرسکیں کہ اصل کتاب سے اعتراض اٹھ جائے اور خلجان جاتا رہے۔اس لیے میرے دوستوں نے ایک مکمل شرح لکھنے کی فرمائش کی جو اس ضرورت کو پورا کردے۔چناں چہ میں نے اس خدمت کو انجام دیا۔" یہ شرح ۱۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ہر صفحہ پر پندرہ سطر ہیں۔

⑱ مشرع الخصوص فی شرح الفصوص

شیخ صدر الدین قونوی (م:۶۷۱ھ)جلیل القدر صوفی گزرے ہیں۔آپ شیخ اکبر کے متبع ہیں۔اور اہل تصوف کے نزدیک شیخ کبیر سے پہچانے جاتے ہیں۔"فصوص"آپ کی مشہور کتاب ہے۔جس میں آپ نے مشاہدات،مقامات،تجلیات پر خاص طور سے بحث کی ہے۔فناوبقا جیسے دقیق اور پیچیدہ مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔

حضرت مخدوم علی مہائمی نے فصوص کے مضامین کو اور زیادہ پھیلا دیا ہے۔اور مشکل مقامات کی تشریح بھی کردی ہے اور اس کا نام "مشرع الخصوص فی شرح الفصوص "رکھا ہے۔

محمد حسن غوثی منڈوی گلزارِ ابرار میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"آپ شیخ صدر الدین قونوی کی فصوص کی شرح لکھنے کے بعد کچھ کم پانچ سال امکانی لباس میں زندہ رہے۔اور شرح مشکور کی تالیف ۸۳۰ھ میں ہوئی۔"

⑲ شرح سید الاستغفار

یہ حدیث سید الاستغفار کی تشریح میں مختصر رسالہ ہے۔اور یہ رسالہ "الضوء الاظھر فی شرح النور الازھر" کے آخر میں شامل ہے۔جو جامع مسجد ممبئی کے کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے۔اس کا ایک مخطوطہ نسخہ انٹرنیٹ پر اس ایڈریس کے تحت موجود ہے۔

http:ll pds .lib . Harvard.edu/pds/wiew/thumbhails

یہ رسالہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔دعاے سید الاستغفار سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے۔اور کتابت کی تکمیل ۱۲۶۵ھ میں ہوئی ہے۔

⑳ رسالہ عجیبہ

یہ رسالہ حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی غیر معمولی صلاحیت و قابلیت، ذہانت و فطانت اور آپ کے تبحر علمی کا شاہ کار ہے۔ یہ ایسا رسالہ ہے جو قاری کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ اس میں آپ نے جس باریکی کے ساتھ "الٓمٓ ذلک الکتب لا ریب فیه هدی للمتقین" کے وجوہ اعراب بتائے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت سید غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب "سبحة المرجان فی آثار هندوستان" میں اس کا ابتدائی حصہ نقل فرمایا ہے جسے ہم قارئین کے استفادے کے لیے پیش کرتے ہیں۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم۔ قال العبد الحقير على بن محمد المهائمی رزق الله التوفيق و اذاقه حلاوة التحقيق، قد اغرب بعض الفضلاء فی تخريج وجوه الاعراب فی قوله تعالی الٓمٓ الی قوله للمتقين، حتی اخرج أربعة و عشرين الفا و تسع مائة و سبعين وجها و زاد عليها مولانا علامة الزمان المحقق خسرو الرومی فبلغ المجموع مائتی ألف و تسعة و سبعين ألفا و سبعين وجها۔ ولكن لا يخفى على الناظرين فيها ان بعض الوجوه لا يستقيم فی نفسها و بعضها لا يرتبط ببعضها۔ والعبد الذليل قد استخرج بقدرة الملك الجليل ستة آلاف و مائة و احد عشر الفا و أربعة و أربعين وجها و اذا ضم اليها وجوه "الذين يؤمنون بالغيب" التی هی احد و عشرون وجها و ضرب العدد المذكور فيها تبلغ مائة الف الف و ثمانية و عشرين الف الف و ثلاث مائة الف و أربعة و أربعين ألف ألف و خمس مائة و أربعة و عشرين وجها۔ و يعبر عن هذا العدد بالهند اثنی عشر كرورا و ثلاثة و ثمانون لكا و أربعة و اربعون ألفا و خمس مائة و أربعة و عشرون وجها و يكتب ذلك بالهندسة ۱۲۸۳۴۴۵۲۴ و المسئول من اكابر العلماء و اماثل الاذكياء ان ينظر فيه بعين الرضاء و يجنبوا عن السخط والمراء فانی بقصوری معترف و من بحار علومهم مغترف و ها أنا أشرع فيه و بالله التوفيق۔

أقول: "الٓمٓ ذلك الكتب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون با الغيب" فالٓمٓ بين القاضی قدس سره له أحد عشر معنی، المعنی الاول انه مبتداء۔ أقول فحينئذ ان كان خبره محذوفا فذلك اما صفة له فحينئذ الكتاب اما صفة أو بدل منه أو عطف بيان

له أو خبر مبتداء محذوف والجملة حال عن الضمير فى الخبر أو اما فى ذلك من معنى الاشارة أو معترضة ان قدر خبر الم بعده او ملحقة ان قدر قبله ،أو الكتاب صفة بعد صفة لالٓمٓ أو بدل منه أو عطف بيان له فهذه عشرة وجوه على تقدير جعل ذلك صفة لالٓمٓ و كذا على تقدير جعله بدلا منه أو عطف بيان له فهذه ثلثون وجها على تقدير جعله تابعا له وان جعلته مبتدا خبر محذوف فا الكتاب صفة له أو بدل منه أو عطف بيان له ، أو الكتاب خبر مبتدا محذوف والجملة معترضة أوحالية ضمير الخبر المقدر فهذه خمسة وجوه على تقدير جعل خبر ذلك محذوفا وان جعلته مذكورا فهو الكتاب و الجملة حالية أو اعتراضية فهنا وجهان وهما مع الخمسة سبعة ـ وان جعلته مبتدأ خبر محذوف فا الكتاب صفة ''آلٓمٓ ''أو بدل منه أو عطف بيان له أو خبر بعد خبر للمبتداء المحذوف فهذه أربعة وجوه و الجملة فيها معترضة ان قدر خبر ''آلٓمٓ ''مؤخرا اوملحقة ان قدر مقدما أو حالية فهذه اثنا عشر وجها وهى مع السبعة تسعة عشر وهى مع الثلاثين تسعة و أربعون على تقدير حذف خبر ''آلٓمٓ '' وان جعلته مذكورا فهو اما ذلك فا الكتاب صفة له ، أو بدل منه أو عطف بيان له أو خبر بعد خبر له أو خبر مبتداء محذوف والجملة بيان للأولى أو ذلك مبتداء ثان والكتاب خبره والجملة خبر آلٓمٓ واما خبره الكتاب فذلك صفة ''آلٓمٓ '' أو بدل منه أو عطف بيان له أو خبر مبتداء محذوف والجملة اعتراضية أو حالية من ضمير الخبر لتصمنه معنى البالغ أقصى درجة البلاغة فهذه أحد عشر وجها مع التسعة و الأربعين ستون ثم ''لا ريب فيه'' لا لنفى الجنس أو شبيهة بليس وعلى التقديرين الخبر محذوف أو '' فيه'' أو '' للمتقين ''و مسطح الاثنين فى الثلاثة ستا فعلى هذه الستة ''لا ريب فيه'' اما خبر مبتداء محذوف أو خبر لالٓمٓ أو لذلك أو لكتاب أو خبر بعد خبر لها على تقدير حذف الخبر الاول أو ذكره فهذه عشرة وجوه أو حال من ضمير الخبر المحذوف لالٓمٓ أو لذلك أو لكتاب على تقدير ابتدائية كل واحد منها أو من ضمير الخبر المذكور لكل واحد منها خبر آلٓمٓ ذلك أو الكتاب و خبر الكتاب هدى فحينئذ يستنبط منها معنى الفعل فهذه سبعة وجوه على

تقدير الحالية أو هى مستأنفة أو معترضة على أحد القولين أو ملحقة على الأخر فهنا وجهان أو الجملة بدل من خبر الٓمّٓ المقدر أو المذكور المفرد الذى هو ذلك أو الكتاب أو الجملة التى هى ذلك الكتاب أو بدل من خبر ذلك المقدر أو المذكور الذى هو الكتاب، وهذه ستة وجوه على البدلية ولا يجوز أن تكون الجملة عطف بيان، لأن الجملة لا تقع عطف بيان صرح به صاحب مغنى اللبيب فى الفرق بينه و بين البدل، أو هى صفة لموصوف محذوف هو خبر ذلك الكتاب أى ذلك كتاب لا ريب فيه أو خبر "الم" وهنا وجهان والمجموع سبعة وعشرون وجها ومسطحا فى الستة مائة و اثنان و ستون وجها ومسطحا فى ستين تسعة الاف وسبع مائة وعشرون وجها ۔ وعلى كل واحد منها اما أن يكون هدى مرفوعا لكونه خبر مبتداء مذكور وهو الٓمّٓ و ذلك أو الكتاب أو خبر بعد خبر لكل واحد منها والأول مذكور أو محذوف وهذه تسعة وجوه أو خبر مبتداء محذوف والجملة بدل من جملة ذلك الكتاب أو لا ريب فيه على أنهما صفة لموصوف مرفوع أو خبر لمبتداء أو مدح مرفوع أو الجملة مستانفة جواب سؤال مقدر وهذه سبعة وجوه للرفع أو منصوبا لكونه حالا عن ضمير الخبر المذكور الذى هو ذلك أو الكتاب أو لا ريب فيه أو عن ضمير الخبر المحذوف لاٰلٓمّٓ أو لذلك أو الكتاب فهذه ستة أوجه أو على أنه مدح بتقدير الفعل أو على الاختصاص فهذه ثمانية أوجه للنصب أو مجرورا لكونه بدلا من ضمير فيه بدل الكل أو الاشتمال أو عطف بيان له فهذه ثلاثة أوجه للجر والمجموع تسعة عشر وجها و مسطحا فى تسعة الاف و سبع مائة وعشرين مائة ألف و خمسة و سبعون ألفا وسبع مائة وسبعون وجها ۔ هذه على تقدير كون " الٓمّٓ " مرفوعا على الابتداء الوجه الثانى أنه مرفوع على الخبر المحذوف الى اٰخره۔[1]

(۱) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص:۹۸ تا ۱۰۱ از: غلام آزاد علی بلگرامی، معہد الدراسات الاسلامیہ، جامعہ علی گڑھ

ترجمہ:بسم اللہ الرحمن الرحیم ،بندۂ ناچیز علی بن احمد مہائمی عرض پرداز ہے کہ -اللہ تعالیٰ اسے توفیق بخشے اور تحقیق کی حلاوت سے سرفراز کرے -بعض اہل علم نے "الم ذلك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين "کے وجوہ اعراب کی تخریج میں حیرت انگیز تحقیق پیش کی ہے۔حتی کہ بعض نے ۲۴۹۷۰ صورتیں بیان کی ہیں ۔اور علامۂ زماں ،محقق خسرو،رومی نے یہ تعداد ۲۷۹۰۷۰ تک پہنچادی ہے لیکن ان وجوہ میں غور کرنے سے ولوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ ان میں سے بعض توفی نفسہ صحیح نہیں ہیں اور بعض ایک دوسرے سے بے ربط ہیں۔ اس حقیر بندے نے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ۶۱۱۱۶۴۴وجوہ کی تخریج کی ہے "الذين يومنون بالغيب "کی ۲۱وجوہ کو بھی اس میں ضم کرکے ضرب دیا جائے تو یہ تعداد ۱۲۸۳۴۴۵۲۴ پہنچتی ہے جس کو ہندوستانی زبان میں ۱۲ کروڑ ۸۳لاکھ ۴۴ہزار ۵سو۲۴ کہتے ہیں ۔ اکابر علما اور صاحب زکاوت فضلا سے گزارش ہے کہ اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں ۔اور ناراضگی ،بحث ومباحثہ سے اجتناب کریں ۔مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی اور ان کے علم وفضل کا اعتراف ہے۔

بتوفیق الٰہی میں کہتاہوں ۔ "الم ذلك الكتب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب "قاضی قدس سرہ نے الم کے گیارہ معنی ذکر کیے ہیں (پہلا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید انہیں الم کی جنس یعنی حروف سے مرکب ہے ۔اس شکل میں قاضی نے اس کے اعراب کی چھ صورتیں بیان کی ہیں)پہلی صورت یہ ہے کہ الم مبتدا ہے ۔میں کہتاہوں ۔اس صورت میں اگر ❶ الم کی خبر محذوف ہے توذلك ① یاتواس کی صفت ہوگا ۔اس میں الكتب (۱) یاصفت ہوگا (۲) یااس کا بدل ہوگا (۳) یا عطف بیان ہے (۴) یامبتدا محذوف کی خبر اور جملہ خبر کی ضمیر سے حال ہوگا (۵) یاذلك میں اشارہ کا جو مفہوم پایاجاتاہے اس سے حال ہوگا(۶) یااگر الم کی خبر اس کے بعد مقدر مانی جائے توجملہ معترضہ ہوگا (۷) یااگراس سے پہلے مقدر ہوتوجملہ ملحقہ ہوگا(۸) یاالکتب ،الم کی دوسری صفت (۹) یااس کابدل (۱۰) یاعطف بیان ہوگا۔ اگر ذلك کو الم کی صفت قرار دیاجائے تو یہ دس صورتیں ہوتی ہیں اور اس طرح بدل وعطف قرار دینے میں بھی گویاذلك کوالم کا تابع قرار دینے میں ۳۰وجوہ نکلتی ہیں ۔② اور اگر ذلك کو خبر محذوف کا مبتدا قرار دیں (۱) توالکتب اس کی صفت ہوگا (۲) یابدل (۳) یاعطف بیان (۴) یا مبتدا محذوف کی خبر اور جملہ معترضہ ہوگا (۵) یا خبر کی ضمیر مقدر سے حال ۔گویاذلك کی خبر کو

محذوف قرار دینے میں پانچ صورتیں نکلتی ہیں۔ اور اگر خبر مذکور مانیں تو وہ (۱) الکتب ہوگی اور جملۂ حالیہ (۲) یا معترضہ یہ دو صورتیں ہوئیں۔ اور گذشتہ پانچ صورتیں مل کر سات صورتیں ہوئیں ③ اور اگر ذلك کو مبتدا محذوف کی خبر مانیں تو الکتب (۱) الم کی صفت ہوگی (۲) یا بدل (۳) یا عطف بیان (۴) یا مبتدا محذوف کی خبر یہ چار صورتیں ہوئیں اور جملہ (۱) معترضہ ہوگا اگر الم کی خبر مؤخر مانی جائے (۲) یا ملحقہ ہوگا اگر مقدم فرض کی جائے (۳) یا حالیہ ہوگا اب یہ بارہ صورتیں ہوئیں۔ اس سے پہلے کی سات صورتیں جوڑ دیجیے تو ۱۹ صورتیں ہوتی ہیں۔ اور گزشتہ ۳۰ بھی جوڑ دیں تو ۴۹ صورتیں ہوتی ہیں۔ یہ اس صورت میں کہ الم کی خبر کو محذوف قرار دیا جائے۔ ❷ اگر الم کی خبر کو مذکور تسلیم کیا جائے تو اس کی خبر ① یا تو ذلك ہوگی۔ اس صورت میں الکتب (۱) یا تو اس کی صفت ہوگی (۲) یا اس سے بدل (۳) یا عطف بیان (۴) یا اس کی دوسری خبر (۵) یا مبتدا محذوف کی خبر اور جملہ پہلے کا بیان ہوگا۔ یا ذلك دوسرا مبتدا ہوگا اور کتاب اس کی خبر ہوگی۔ اور جملہ مل کر الم کی خبر ہوگا۔ ② یا اس کی خبر الکتب ہوگی۔ اس صورت میں ذلک (۱) یا تو الم کی صفت ہوگا (۲) یا اس سے بدل (۳) یا عطف بیان (۴) یا مبتدا محذوف کی خبر اور جملہ (۱) یا تو معترضہ ہوگا یا (۲) خبر کی ضمیر سے حال ہوگا اس لیے کہ الکتب میں "البالغ اقصی درجة البلاغة" کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ یہ گیارہ صورتیں گزشتہ ۴۹ میں جوڑ دی جائے تو کل ۶۰ صورتیں ہوتی ہیں۔ پھر "لا ریب فیه" میں لا ❶ نفی جنس کا ہے ❷ یا مشابہ بلیس۔ دونوں صورتوں میں خبر (۱) یا تو محذوف (۲) یا "فیه" ہے (۳) یا "للمتقین" ہے۔ ۲ کو ۳ میں ضرب دیجیے تو چھ صورتیں نکلتی ہیں "لا ریب فیه" ❶ یا تو خبر ہے۔ (۱) یا مبتدا محذوف کی (۲) یا الم کی (۳) یا ذلك کی (۴) "الکتب" کی (۵) یا "الم" کی دوسری خبر (خبر اول کے محذوف و مذکور دونوں صورتوں میں) یہ دس صورتیں ہوئیں۔ ❷ یا "لا ریب فیه" حال ہے (۱) یا الم (۲) یا ذلك (۳) الکتب کی خبر محذوف یا (۴-۵-۶) ان تینوں کی خبر مذکور کی ضمیر سے حال ہے۔ بشرطیکہ ان تینوں کو مبتدا قرار دیا جائے پس الم کی خبر ذلك یا الکتب اور ذلك کی خبر الکتب اور الکتب کی خبر ھدی ہوگی۔ اس صورت میں خبر سے فعل کا مفہوم نکالا جا سکتا ہے۔ یہ سات صورتیں ہوئیں حال ماننے کی شکل میں۔ ❸ یا "لا ریب فیه" (۱) جملہ مستانفہ ہے (۲) یا معترضہ ایک قول کے مطابق اور ملحقہ دوسرے قول کے مطابق یہ دو صورتیں ہوئیں۔ ❹ یا جملہ (۱) الم کی خبر مقدر (۲) یا خبر مذکور مفرد ذلك

(۳) یا الکتب (۴) یا مذکور جملہ خبر (ذلك الكتب) سے بدل ہے (۵) یا ذلك کی خبر مقدر (۶) یا خبر مذکور (الکتب) سے بدل ہے گویا بدل کی شکل میں چھ صورتیں ہوئیں۔ لاریب فیہ عطف بیان نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ بدل و بیان میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب مغنی اللبیب نے تصریح کی ہے کہ جملہ عطف بیان نہیں ہو سکتا۵ یا جملہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ یہ موصوف (۱) ذلك الکتب یعنی ذلك الکتب لا ریب فیہ کی خبر ہوگی (۲) یا الم کی خبر۔ یہ دو صورتیں ہوئیں کل ۲۷ صورتیں نکلیں۔ ان ۶ سے ضرب دیں تو ۱۶۲ صورتیں ہوں گی اور ان میں ۶۰ سے ضرب دیجیے تو یہ تعداد ۹۷۲۰ ہوگی۔ ان سب صورتوں میں ❶ھدی یا تو مرفوع ہوگا۔ مبتدا مذکور (۱) الم (۲) ذلك (۳) یا الکتب کی خبر ہونے کی بنا پر یا ان تینوں میں ہر ایک کی دوسری خبر ہونے کی بنا پر اس صورت میں خبر اول یا (۱) مذکور ہوگی (۲) یا محذوف اس طرح ۹ صورتیں نکلتی ہیں۔ یا ھدی مرفوع ہوگا مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر اور جملہ (۱) ذلك الکتب (۲) یا لاریب فیہ سے بدل ہوگا اور یہ دونوں یا (۱) مرفوع موصوف کی صفت ہوں گے (۲) یا مبتدا کی خبر (۳) یا مرفوع بر مدح (۴) یا جملہ مستانفہ اور سوال مقدر کا جواب ہوگا۔ اس طرح رفع کی شکل میں ۷ صورتیں ہوئیں۔[1] ❷یا ھدی منصوب ہوگا۔ خبر مذکور (۱) ذلك (۲) الکتب (۳) یا لاریب فیہ کی ضمیر سے یا (۴) الم (۵) یا ذلك (۶) الکتب کی خبر محذوف کی ضمیر سے حال ہونے کی بنا پر یہ ۶ صورتیں ہوئیں۔ (۱) یا فعل مقدر مان کر منصوب بر مدح (۲) یا منصوب برائے اختصاص ہے۔ اس طرح نصب کی شکل میں آٹھ صورتیں نکلیں۔ ❸یا ھدی مجرور ہوگا (۱) "فیہ" کی ضمیر سے بدل ہوگا بدل کل (۲) بدل اشتمال (۳) عطف بیان ہونے کی بنا پر۔ اس طرح جر کی شکل میں ۳ صورتیں نکلیں۔ کل تعداد ۱۹ ہوئی۔ اسے ۹۷۲۰ میں ضرب دیجیے تو حاصل ضرب ۱۸۴۶۸۰ ہوگا۔

(۱) یہاں رفع کی کل ۱۷ صورتیں ہوتی ہیں۔ نصب کی ۸ اور جر کی ۳ صورتیں ملائیں جائے تو کل ۲۸ صورتیں بنتی ہیں ۲۸ کو ۹۷۲۰ سے ضرب دینے سے کل ۲۷۲۱۶۰ صورتیں نکلیں گی۔

باب یازدہم

تفسیر مہائمی اوراس کی خصوصیات

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ آپ کی تفسیر "**تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان بعض ما یشیر الی اعجاز القرآن**" ہے۔ جو تفسیر مہائمی کے نام سے مشہور ہے۔ یوں توقرآن پاک کی سینکڑوں تفسیریں لکھی گئیں مگر تفسیر مہائمی اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث ہمیشہ اہل علم کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ مثلاً آیتوں کا ایک دوسرے میں اس طرح ربط پیدا کرنا کہ سلسلہ کلام کہیں ٹوٹنے نہ پائے۔ ہر سورت کا اجمالی تعارف اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کی نئ توضیح وتشریح اس انداز سے کہ سورت کے مندرجات کا علم ہوجائے۔ حقائق ومعارف کا مختصراً بیان پھر سلسلہ مضمون اس انداز سے ہونا کہ آیت بریکٹ میں آجائے، مسائل واحکام کی مختصراً توضیح، بلاغت اور اختلاف قراءت کی طرف اشارات ، کہیں کہیں علم کلام اور تصوف کی نفیس بحثیں تفسیر مہائمی کی ایسی خصوصیات ہیں جو کسی ک تفسیر میں یکجا نہیں ملتیں۔ ہندوستان میں تفسیر مہائمی کی اہمیت اس اعتبار سے اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے کہ عہد مخدومی ہی سے تفسیر لکھنے کا آغاز ہوا، آپ سے پہلے آپ کے معاصرین میں سے شیخ محمد بن احمد گجراتی (متوفی ۸۲۰ھ) نے "**کاشف الحقائق و قاموس الدقائق**" کے نام سے اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (متوفی ۸۲۵ھ) نے "درر ملتقط" کے نام سے تفسیریں لکھی تھیں، تیسری تفسیر آپ کی ہے، جس کی تکمیل (۸۳۱ھ) میں ہوئی۔

موضوع

تفسیر مہائمی کا موضوع "نظم قرآن" ہے۔ جس میں ایک آیت سے دوسری آیت اور ایک سورت سے دوسری سورت کے درمیان ربط ومناسبت ظاہر کی گئی ہے۔ نظم قرآن کی اہمیت امام رازی کے اس قول سے بخوبی سمجھی جاسکتی ہے "**اکثر لطائف القرآن مودعة فی الترتیبات و الروابط**"[1] قرآنی حکمتوں کا بڑا حصہ اس کے نظم وترتیب میں پوشیدہ ہے۔

(۱) الاتقان فی علوم القرآن ج ۳۔ ص: ۳۲۳ از: امام جلال الدین سیوطی، مکتبہ دار القرآت، القاہرہ

قرآن کریم کی طویل ترین سورتیں جو مختلف اوقات اور مختلف حالات میں نازل ہوئی ہیں اسے پڑھتے وقت قاری الجھن میں پڑجاتا ہے۔کیوں کہ اسے آیتوں کے درمیان کوئی ربط و تسلسل نظر نہیں آتا ہے۔قرآن کریم کی تفسیر اس انداز میں کرنا کہ اس کی آیتوں اور سورتوں کے درمیان باہمی ربط و تسلسل ظاہر ہوجائے یقیناً ایک مشکل فن ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسرین اس کی طرف کم ہی توجہ دیتے ہیں۔

لیکن حضرت مخدوم علی مہائمی نے اس مشکل فن ہی کو اپنی تفسیر کا موضوع بنایا اور پورے قرآن کی تفسیر اس طرح کی کہ سلسلہ کلام کہیں بھی ٹوٹتا نظر نہیں آتا اور اس خوبصورت انداز میں کی کہ جو بھی پڑھتا ہے وجد میں آجاتا ہے۔اور بے ساختہ اس کے منہ سے داد وتحسین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

چناں چہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی حضرت مخدوم کی فہم قرآن اور تحقیق نظم کی داد دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"تفسیر رحمانی کہ بہ صفت ایجاز وتدقیق موصوف است وتفسیر رابہ قرآن امتزاج دادہ است۔" (۱)

ترجمہ: تفسیر رحمانی جو ایجاز وتدقیق سے متّصف ہے اور تفسیر کو قرآن سے ملادیا گیا ہے۔

شیخ محمد حسن غوثی لکھتے ہیں:

"تفسیر رحمانی میں ترجمہ وتشریح کو قرآنی ترتیب کے ساتھ ملادیا گیا ہے۔اور تکرار سے اجتناب کیا گیا ہے۔یہ عمدہ طریقہ آپ کی اختراع ہے۔" (۲)

مولانا باقر آگاہ نفحۃ العنبریہ میں لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر عمدہ لائق ستائش ہے۔اس کی نظیر اعلی یا ادنیٰ نظر سے نہیں گزری۔" (۳)

یقیناً قرآنی سورتوں اور آیتوں کے مابین نظم ومناسبت ظاہر کرنے کی صلاحیت وقابلیت اسی کے حصہ میں آتی ہے جس پر فضل خداوندی ہو۔حضرت مخدوم علی مہائمی اپنے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس علم کو محض فضل الٰہی قرار دیتے ہیں۔

---

(۲) اخبار الاخیار ص:۱۷۹ از:شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، مطبوعہ دہلی

(۳) گلزار ابرار ص:۱۴۱ شیخ محمد حسن غوثی

(۴) نفحۃ العنبریہ از:مولانا باقر آگاہ بحوالہ تاریخ النوائط ص:۱۳۵۵ از:عزیز یار جنگ، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۲ھ

"یہ نکات نظم قرآنی کا بہترین مجموعہ ہے، جس میں سے اکثر مجھ سے پہلے کسی جن وانس کی دست رس میں نہیں آئے تھے۔ میں غریق بحر پلید اس لائق کہاں تھا کہ ان تک رسائی حاصل کرسکتا جنہیں صرف پاک و مطہر بندے ہی چھوسکتے ہیں۔ مگر اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل وکرم سے میری لیے اس اشکال کو آسان کردیا۔"(۱)

اور غالبا اسی وجہ سے انہوں نے اپنی تفسیر کا نام" **تبصیر الرحمان و تیسیر المنان** "رکھا ہے۔

تفسیری موقف

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔" **من قال فی القرآ ن برایه فلیتبوا مقعده من النار** "ترجمہ: جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ اس حدیث کی روشنی میں تفسیر لکھنے والوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بیان تفسیر میں اپنی رائے کا سہارا نہ لیں، اسی لیے مفسرین بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک گروہ احادیث وآثار، اقوال صحابہ و تابعین اور سلف سے منقول تفسیروں سے الگ ہٹ کر اپنی فہم سے تفسیر کرنے کو گناہ عظیم خیال کرتا ہے۔

لیکن حضرت مخدوم علی مہائمی کا تعلق مفسرین کے اس گروہ سے ہے جو شرعی حدود و قیود میں رہ کر تفسیر و تاویل میں عقل وفہم کے استعمال پر زور دیتا ہے۔ حضرت مخدوم علی مہائمی حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اقوال صحابہ اور آثار تابعین سے ہٹ کر فہم وعقل سے قرآن کی تفسیر کرنے والا جہنمی ہے بلکہ یہ حدیث تو مفسرین کے لیے احتیاط برتنے میں مہمیز کا کام کرتی ہے۔ جہاں تک عقل و خرد اور رائے کے استعمال کا تعلق ہے۔ قرآن کریم میں جابجا تدبر و تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ قرآن اور مذہب اسلام کی عالم گیریت اور ابدیت اسی صورت مین ہے کہ مفسرین اپنے اپنے دور میں پیش آمدہ مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں غور وفکر سے حل کریں۔ احادیث وآثار کا جو حصہ تفسیر کے سلسلے میں نقل کیا گیا ہے وہ پورے قرآن کا احاطہ نہیں کرتا ہے بلکہ وہ صرف بعض حصوں سے متعلق ہے۔ اس لیے ہمارے لیے گنجائش ہے کہ بقیہ حصہ کے بارے میں غور وفکر سے کام لے کر استخراج معانی کریں اور سیاق

(۱) مقدمہ تفسیر مہائمی، مطبوعہ بولاق، مصر

وسباق سے آیات کے مفاہیم کو متعیّن کریں۔قرآن کریم میں جملہ دینی علوم موجود ہیں۔بعض صراحتاً اور بعض اجمالاً اور بہت سے ایسے امور ہیں جو تفسیر بالماثور سے بالکل ماوراہیں۔اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

من اراد علم الاولین والاخرین فلیتدبر القران

ترجمہ: جواولین وآخرین کاعلم حاصل کرنا چاہے تو اسے قرآن میں غوروفکر کرنا چاہیے۔

اور ظاہر ہے کہ تدبر قرآن صرف ظاہری الفاظ پر انحصار کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔اس کے لیے اشارات و مقاصد کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ایک مفسر کے لیے حقائق کی بصیرت لازمی ہے کیوں کہ غور وفکر اور تدبر کے بعد اس پر قرآنی مطالب واضح ہوتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء کا قول ہے:

لا یفقه الرجل حتی یجعل للقران وجوها

ترجمہ: انسان اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک قرآن کے اعراب کی مختلف شکلوں کا علم نہ حاصل کرلے۔

اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے لیے یہ دعافرمائی:

اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل

ترجمہ: یااللہ !ابن عباس کو دین کی سمجھ اور علم تاویل عطافرما۔

ظاہر ہے تاویل سے مراد قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی غایت کو سمجھنا ہے۔تفسیر بالرائے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس سے مراد ایسی تفسیر ہے جو خواہشات پر مبنی ہو اور جس میں کھینچ تان کر معانی پہنا ئے گئے ہوں، ایسی تفسیر مذموم ہے۔تفسیر کا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی رائے کو ہدایت ربانی کے تابع کر دیا جائے۔قرآن کے سلسلہ میں حضور ﷺ سے جو کچھ مروی ہے اس پر اعتماد نہایت ضروری ہے۔لیکن منقولات و مدلولات لغویہ کے پہلو بہ پہلو عقل وفہم کا استعمال بھی کرنا چاہیے۔تاکہ قرآن کے دور رس، گہرے اور وسیع معانی کا استخراج کیا جاسکے۔شاید یہی حقیقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے روایت میں بیان کی گئی ہے:

ان للقران ظاهرا و باطنا و حدا و مطلقا۔

ترجمہ: قرآن کے ظاہری اور باطنی معانی بھی ہیں، حلال و حرام کے مسائل بھی اور وعدہ وعید بھی۔

اور قرآن کے باطنی معانی تک نکتہ شناس ہی اپنی بصیرت کی روشنی میں پہنچ سکتے ہیں جب کہ یہ بصیرت نور الٰہی سے مستنیر ہو۔[1]

چناں چہ حضرت مخدوم علی مہائمی نے اپنی تفسیر کا آغاز اسی اصول کے تحت کیا ہے۔

الحمد لله الذی انار بکلامه قلوب اولی الالباب لیبصر به مع عقولهم طریق الصواب[2]

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اہل خرد کے دلوں کو اپنے کلام سے منور کیا تاکہ وہ اس کی روشنی میں اپنی عقل سے کام لے کر صحیح راستہ پاسکیں۔

آپ عقل کو بصر اور شریعت کو نور سے تعبیر کرتے ہیں۔[3] اور عقل کی اصلیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

العقل ان کان شانه الالتفات الی امور کثیرة یکون بعضها حجابا عن البعض۔[4]

ترجمہ: عقل اگرچہ بعض معاملات میں رہ نمائی کرتی ہے تو بعض مواقع پر حقائق تک پہنچنے میں رکاوٹ بھی بن جاتی ہے۔

احادیث سے استشہاد

حضرت مخدوم مہائمی علیہ الرحمہ عقل و فہم کے ساتھ ساتھ احادیث سے استشہاد بھی کرتے ہیں۔ چناں چہ آپ آیت "حافظو علی الصلوات و الصلوة الوسطی" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھی الصبح الوقعة بین صلاتی اللیل والنهار المشهودة للملائکة النازلین والصاعدین وقیل العصر کقوله علیه السلام "شغلونا عن الصلاة الوسطی صلاة العصر ملأ الله بیوتهم نارا"۔[5]

---

(۱) مقدمہ تفسیر مہائمی، ج: ۱ مطبوعہ، بولاق، مصر

(۲) تفسیر مہائمی ج: ا ص: ۲ مطبوعہ بولاق، مصر

(۳) تفسیر مہائمی ج: ا ص: ۲۵ مطبوعہ بولاق، مصر

(۴) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص: ۴۰۲ مطبوعہ بولاق، مصر

(۱) تفسیر مہائمی ج: اص: ۸۶ مطبوعہ بولاق، مصر

ترجمہ: وہ نماز فجر ہے جو رات اور دن کی نمازوں کے درمیان واقع ہے جس میں اترنے اور چھڑنے والے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے نماز عصر کہا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "ان لوگوں نے ہمیں درمیانی نماز عصر سے مشغول کر دیا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے"۔

اور اسی طرح سورہ آل عمران کی آیت "افئن مات أو قتل انقلبتم علی أعقابکم" کی تفسیر بھی جنگ احد کی احادیث کا ذکر کر کے کرتے ہیں۔[1]

حکما کے اقوال سے توثیق

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کو حکمت و فلسفہ سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ کی ہر تصنیف میں فلسفیانہ و حکیمانہ استدلال نظر آتے ہیں۔ تفسیر مہائمی میں بھی آپ نے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے۔ مثلا بعض مقامات پر آپ نے افلاطون، ارسطو، فارابی، ابن سینا وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔[2] لیکن اس سے آپ کا مقصد ان کے مذہب کی تائید یا ان کی مذہب کی طرف رغبت دلانا نہیں ہوتا بلکہ اس سے وہ عقائد اہل سنت کے حق ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔[3] یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ نے حکما کے مذاہب شمار کرائے ہیں وہیں ان کی کمزوری بھی بتا دی ہے اور صراحتا ان کی تقلید کرنے ممانعت فرمائی ہے۔ مثلا آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

والانبیاء والاولیاء والعلماء اولی بالتقلید منهم۔[4]

ترجمہ: انبیا، اولیا اور علما، حکما سے زیادہ اس بات کے حق دار ہیں کہ ان کی تقلید کی جائے۔

علمائے نحو کے اقوال سے استدلال

حضرت مخدوم مہائمی بعض جگہوں پر علمائے نحو مثلا سیبویہ، اخفش، خلیل زجاج، کسائی وغیرہ

(۲) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۱۲۷ مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۸۷ مطبوعہ بولاق، مصر
(۴) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۳۴۰۔۳۴۱ مطبوعہ بولاق، مصر
(۵) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۸ مطبوعہ بولاق، مصر

کے اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ چناں چہ آپ ''ایاك نعبد و ایاك نستعین '' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ایا'' ضمیر منفصل منصوب المحل و اللواحق لبیان حاله ولا محل لها عند سیبویه والفارسی و ضمائر معه اضیف الیها عند الخلیل و الأخفش والمازنی و عند القراء هی الضمائر و''ایا'' اعتماد و عند الزجاج و السیرافی و نقله ابن العصفور عن الخلیل اسم ظاهر بمعنی النفس و عند سائر الکوفیین الضمیر المجموع۔ [1]

ترجمہ: ''ایا ''ضمیر منفصل منصوب المحل ہے اور لواحق اس کی حالت کا بیان ہے۔ سیبویہ اور فارسی کے نزدیک اس کا کوئی محل نہیں ہے۔ خلیل، اخفش اور مازنی کے نزدیک اس کے ساتھ والے ضمائر اسی کی طرف منسوب ہیں اور قراء زجاج اور سیرافی کے نزدیک وہی ضمائر ہیں اور ''ایا'' اعتماد ہے اور ابن عصفور نے خلیل سے اسے اسم ظاہر بمعنی نفس نقل کیا ہے۔ اور تمام کوفیوں کے نزدیک یہ ضمیر مجموع ہے۔

اختلاف قراءت کا بیان

حضرت مخدوم علی مہائمی اختلاف قراءت بھی ذکر کرتے جات ہیں مگر بہت ہی اختصار کے ساتھ، مثلا ''ملک یوم الدین ''کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بالالف عاصم والنسائی والباقون بغیرها۔ [2]

ترجمہ: ''ملک ''کو عاصم اور نسائی الف کے ساتھ اور باقی قراء بغیر الف کے پڑھتے ہیں۔

یوں ہی آیت وضو'' وأرجلکم ''میں اختلاف قراءت بیان کرتے ہوے لکھتے ہیں:

(وأرجلکم) وهو علی قراءة النصب وهی قراءة نافع و ابن عامر و حفص والکسائی و یعقوب۔ [3]

''وارجلکم ''نصب کے ساتھ اور یہی نافع، ابن عامر، حفص، کسائی اور یعقوب کی قرات ہے۔

شان نزول

(۱) تفسیر مہائمی جلد ۱ ص ۲۴ مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج:۱ ص:۲۲ مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی جلد ۱ ص ۱۴۰ مطبوعہ بولاق، مصر

حضرت مخدوم نے تفسیر مہائمی میں سورتوں اور آیتوں کے شان نزول بیان کرنے کا اہتمام بھی فرمایا ہے۔ذیل میں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

❶ (وما ودعك ربك وما قلى)حين فتر الوحى فقال المشركون ودعه ربه وقلاه۔[1]

ترجمہ:یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کچھ دنوں کے لیے وحی کا آنا بند ہوگیا تو مشرکین بطور طعن یہ کہتے کہ آپ کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا۔

❷ (وما لأحد عنده من نعمة تجزى الا ابتغاء وجه ربه الأعلى و لسوف يرضى) نزلت فى ابى بكر رضى الله عنه حين اشترى بلالا ممن كان يو ذيه لاسلامه فأعتقه ليعتقه الله عن الهجو المانعة من رويته۔[2]

ترجمہ:یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں سے خریدا جو آپ کو آپ کے اسلام لانے کی وجہ سے تکلیف دیتے تھے پھر آپ نے حضرت بلال کو آزاد کر دیا تاکہ اللہ آپ کو ان چیزوں سے آزاد کر دے جو دیدار الٰہی سے مانع ہیں۔

سورہ تحریم کی پہلی آیت "یا ایھا النبی لما تحرم ما احل اللہ لک "کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روى ان رسول الله ﷺ خلا بمارية فى يوم حفصة فعلمت بذلك فقال لها رسول الله ﷺ حرمت مارية على نفسى و ابشرك ان ابا بكر و عمر يملكان امرامتى واستكتميها فاخبرت بذلك عائشة وكانتا متصادقتين فغضب عليه السلام عليها و طلقها طلاقا رجعيا واعتزل نساءه تسعا وعشرين يوما فأنزل الله تعالىٰ (يا ايها النبى لم تحرم)۔[3]

ترجمہ:مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہ کے دن حضرت ماریہ سے ملاقات فرمائی،حضرت حفصہ کو اس کا علم ہو گیا،آپ ﷺ نے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں

(۱)تفسیر مہائمی ج: ۲ص۴۰۵مطبوعہ بولاق،مصر
(۲)تفسیر مہائمی ج: ۲ص۴۰۵مطبوعہ بولاق،مصر
(۳)تفسیر مہائمی ج: ۲ ص: ۴۰۵مطبوعہ بولاق،مصر

اور میں تجھے خوش خبری دیتا ہوں کہ ابوبکر و عمر میرے امت کے معاملات کے مالک بنائے جائیں گے۔ لیکن اس کو چھپائے رکھنا مگر حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو بتادیا (آپ دونوں میں گہری رفاقت تھی) آپ ﷺ ان پر غضب ناک ہوئے اور طلاق رجعی دے دی اور اپنی ازواج سے انتیس دن الگ رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

احکام و مسائل کی توضیح

حضرت مخدوم مہائمی علیہ الرحمہ احکام و مسائل کی تشریح و توضیح بھی فرماتے ہیں۔ اور پھر اس کی علت عقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ چوں کہ آپ شافعی المسلک ہیں اس لیے مسائل کی توضیح مذہب شافعی کے موافق ہی کرتے ہیں۔ یہاں ہم اس کی ہلکی سی جھلک پیش کرتے ہیں:

❶ (حتی یبلغ الهدی محله) حتی تعلموا بلوغ الهدی مذبحه من الحرام ان امکن ایصاله الیه والا فحیث احصر علی ما نقله الماوردی عن جمیع اصحابنا البصریین وذکر ان الشیخ ابا حامد نقله عن نص الشافعی قال ومن اصحابنا البغدادیین من جوز نحره فی الحل وان قدر علی ایصاله الی الحرام انتهی وهذا هو المشهور فی المتأخرین وتأویل الاٰیة حینئذ حتی یذبح الهدی فیستقر فی محله وذلك لأن الهدی یقوم مقام الأفعال المسابقة علی الحلق واذا لم یجز الحلق قبل البدل فقبل البدل اولی با لامتناع الا الضرورة مع فدیة۔ (۱)

ترجمہ: (حتی کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ جائے) یہاں تک کہ تمہیں ہدی کے مذبح (حدود حرم) میں پہنچنے کا علم ہوجائے جبکہ وہاں تک پہنچانا ممکن ہو۔ ورنہ جہاں روکا گیا (وہیں ذبح کیا جائے گا) جیسا کہ امام ماوردی نے ہمارے تمام بصری اصحاب سے نقل فرمایا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیخ ابو حامد نے اسے نص شافعی سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے بغدادی اصحاب میں بعض نے حدود حرم سے باہر قربانی کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اگرچہ ہدی کو حدود حرم تک پہنچانے پر قادر ہوا تھی۔ اور یہی متاخرین میں مشہور ہے۔ تو اس آیت کی تاویل یہ ہوگی کہ یہاں تک کہ ہدی کو ذبح کیا جائے تو اسی جگہ ٹھہرا رہے اور ایسا اس لیے ہے

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص ۵۷ مطبوعہ بولاق، مصر

کہ ہدی ان افعال کے قائم مقام ہے جو حلق کرانے سے پہلے کیے جاتے ہیں۔اور جب مبدل سے پہلے حلق کرانا جائز نہیں تو بدل سے پہلے بدرجہ اولی جائز نہ ہوگا کیوں کہ یہ محال ہے۔ہاں ضرور تا مگر فدیہ کے ساتھ جائز ہے۔

❷ (حتی تنکح زوجا غیرہ)حتی تذوق وطء زوج آخر بنکاح صحیح و ذلك لئلا یکثر التطلیق و العود مع انها لما نکحت زوجا آخر وطئها صارت کأنها لم تکن امراءة الاول اصلا فکأنه لم تکن بینهما محبة انقطعت یحتاج وصلها الی عقلة بل صارت لا تعرفه ولا یعرفها علی ان القطع اذا کان من البعض کان کقطع الشجرة لا من اصلها فیمکن عودها وان کان من الأصل فلا تعود الا بغرس جدید وجعل الی غارس آخر لئلا یکون القاطع غارس مرة أخری فیلزمه السفه۔ (۱)

ترجمہ:حتی کہ نکاح صحیح کے ذریعے دوسرے شوہر کی وطی کا مزہ چکھ لے اور یہ حکم اس لیے ہے تاکہ طلاق اور رجوع کی کثرت نہ ہوں۔(حلالہ کے بعد رجوع کثرت میں داخل نہیں) کیوں کہ جب اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے اس سے وطی کی تو یہ ایسے ہوگئی جیسے پہلے شوہر کی بیوی ہی نہ ہو۔گویا ان کے درمیان محبت نہ رہی،ختم ہوگئی۔اور محبت کے لیے رشتہ کا ہونا ضروری ہے۔گویا حالت ایسی ہوگئی کہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے۔ایسا اس لیے ہے کیوں کہ اگر درخت کو جڑ سے نہ کاٹا جائے تو درخت کا لوٹنا ممکن ہے اور اگر جڑ سے کاٹا جائے تو نیا پودا لگائے بغیر درخت کا لوٹنا ممکن نہیں اور اگر قطع جڑ سے ہو تو لوٹنا نیا پودا لگانے ہی سے ممکن ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ پودا لگانے والا دوسرا ہو تاکہ قاطع ایک بار پھر غارس نہ ہوجائے کیوں کہ ایسا کرنا بیوقوفی سے خالی نہیں۔

❸(یتربصن بأنفسهن)ای ینتظرن بحمل انفسهن علیه قهرا (ثلاثة قروء)ای مضی ثلاثة اطهار۔ (۲)

ترجمہ:مطلقہ اپنے آپ کو روکے رکھے)یعنی اپنے حمل کے انتظار میں شوہر کے پاس جبراً ٹھہری ہیں (تین

(۱)تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۸۳ مطبوعہ بولاق،مصر
(۱)تفسیر مہائمی ج: اص: ۸۲ مطبوعہ بولاق،مصر

قروتک)یعنی تین طہر کے گزرنے تک۔

۴(حتی اذا بلغوا النکاح)ای حتی صاروا بالغین بالاحتلام او استکمال خمس عشرۃ سنۃ۔[1]

ترجمہ:(حتی کہ جب نکاح کی عمر کو پہنچے)یعنی حتی کہ جب احتلام کے ذریعہ یا پندرہ سال مکمل ہونے کے ذریعے بالغ ہوجائیں۔

ایجاز بیان

حضرت مخدوم نے اپنی تفسیر میں "خیر الکلام ما قل ودل "پر عمل کرتے ہوئے بہت ہی مختصر جملوں اور اشاروں میں آیتوں کی تفسیر کرتے چلے گئے ہیں۔ہاں سورۂ فاتحہ کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تفسیر بڑی تفصیل سے کی ہے۔

پہلے اس صورت کی اہمیت و فضیلت بیان کی ہے۔ اس کے بعد اس کے مختلف اسماء مثلا سورۃالحمد ،فاتحۃالکتاب سورۂ شکر ، سورۃالمنۃ، سورۃالکنز، سورۃالتفویض ، سورۃالمناجات ، ام الکتاب، سورۃالوافیہ، سورۃالشفاء وغیرہ ذکر کرکے ان کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے ۔اس سورت میں آپ نے الوہیت،ربوبیت رحمانیت رحیمیت ،مالکیت،عبادت،استعانت،اور صراط مستقیم کی تفسیر بڑی باریکی سے کی ہے۔"غیر المغضوب علیھم ولا الضالین"میں آپ نے قاضی بیضاوی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھاہے:

و فسر البیضاوی المغضوب علیھم بالعصات والضالین بالجاھلین باللہ ...و اقول المغضوب علیھم المعاند فی الکفر ...والضال الواقع فی الکفر ۔[2]

ترجمہ:امام بیضاوی نے "المغضوب علیھم"کی تفسیر عاصی سے اور "الضالین "کی تفسیر جاہلین باللہ سے کی ہے اور میں کہتا ہوں کہ "المغضوب علیھم"سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر میں اڑے ہیں اور "الضالین "سے وہ لوگ جو کفر میں پڑے ہیں۔

(۲)تفسیر مہائمی ج: ۱ص: ۱۴۰مطبوعہ بولاق،مصر

(۳)تفسیر مہائمی ج: ۱ص ۳۰ ،مطبوعہ بولاق،مصر

حقوق اللہ و حقوق العباد

حضرت مخدوم نے متعدّد مقامات پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی تاکید کی ہے کہ اللہ تعالی نے ہم پر جو احسانات کیے ہیں وہ اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ ہم اس کی عبادت کریں کیوں کہ انسان کی تخلیق عبادت الٰہی کے لیے ہی کی گئی ہے۔ یوں ہی آپسی معاملات میں انصاف کرنا اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہے جس پر وہ اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ (۱)

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا صلہ رحمی ہے, جس سے اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور ان سے قطع تعلق کرنا اللہ تعالی سے قطع تعلق کرنا ہے۔" (۲)

پاکیزہ اخلاق کی ترغیب

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ جگہ جگہ اخلاق حسنہ کی تلقین کرتے ہیں تاکہ لوگ خود کو ان سے آراستہ و پیراستہ کریں۔ اور اللہ کا قرب حاصل کریں۔ آپ کسی پر نکتہ چینی، عیب جوئی سے روکتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر کوئی اپنے کسی مومن بھائی پر عیب لگاتا ہے تو خود کو عیب دار کرتا ہے۔" (۳)

آپ غیبت سے روکتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر کوئی اپنے مومن بھائی کا ذکر اس کی عدم موجودگی میں اس طرح کرے کہ جس کو سن کر اسے تکلیف ہو، غیبت ہے۔ اور غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا۔" پھر آپ اسے اور واضح کرتے ہوئے سمجھاتے ہیں: "غیبت عزت و آبرو کو ختم کر دیتی ہے اور عزت و آبرو کو تلف کرنا ایذا دینے میں گوشت کو تلف کرنے کے مترادف ہے۔ اور جس کی غیبت کی جا رہی ہے وہ غائب ہونے کی وجہ سے غفلت میں مردہ کی طرح ہے اور مومن ہونے کی وجہ سے اس کے بھائی کی طرح ہے۔" (۴)

---

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۲۴۔۲۵ ، مطبوعہ بولاق، مصر

(۲) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۱۴۹ ، مطبوعہ بولاق، مصر

(۳) تفسیر مہائمی جلد ۲ ص: ۲۸۹، مطبوعہ بولاق، مصر

(۱) تفسیر مہائمی جلد ۲ ص: ۲۹۰ ، مطبوعہ بولاق، مصر

آپ غرور و تکبر کی مذمت کرتے ہیں اور اسے برائی کی جڑ قرار دیتے ہیں ۔ کیوں کہ اسی تکبر کی وجہ سے ابلیس مردود ہوا۔ نیز آپ اللہ تعالی کی فرماں برداری پر ابھارتے ہوئے کہتے ہیں: "تمام فضائل کا حصول اسلام و انقیاد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔" (۱)

آپ اخلاق حسنہ کے حصول اور نفسانی شہوات و خواہشات سے اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ملکوتی صفات حاصل کرنے کے بعد ہی دل کا آئینہ صاف و شفاف ہو سکتا ہے ۔ اور ملکوتی صفات کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ عبادت و ریاضت کی جائے ۔ کیوں کہ عبادت و ریاضت سے دل کی تمام بیماریاں دور ہوتی ہیں ۔ اور اسی کے سبب دل مشاہدہ حق سے منور ، زبان ذکر الٰہی سے مشرف اور اعضا خدمت انسانی سے مزین ہوتے ہیں۔" (۲)

آپ حرص و طمع اور ذخیرہ اندوزی کے برے انجام اور عمل صالح ، اطاعت و قناعت کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "عمل صالح کا حامل دنیا و آخرت دونوں جہاں میں دنیاوی مالدار کے مقابلے میں زیادہ اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے ۔ اور دنیاوی مشقت اس کے آرام میں خلل نہیں ڈالتی ۔ کیوں کہ وہ اللہ کی رضا پر راضی رہ کر قناعت کی زندگی گزارتا ہے جس کے سبب اسے مال و متاع کی حفاظت کا زیادہ اہتمام بھی نہیں کرنا پڑتا ۔ جب کہ مال و متاع اور جاہ و منصب کے باوجود کافر کی زندگی آرام سے نہیں کٹتی کیوں کہ حرص ، لالچ اور مال کے فوت ہونے کا خوف بڑھتا ہی رہتا ہے۔" (۳)

بلاغت

آپ جگہ جگہ محاسن بلاغت کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں ۔ مثلاً آیت "لکم دینکم ولی دین" کے تحت فرماتے ہیں:

لا یتشارکان فی الأصول و الفروع بل یختلفان بوجه من الوجوه والدین الأول علی سبیل المجاز أو المشاکلة والثانی علی سبیل الحقیقة ان الدین عند الله الاسلام و

(۲) تفسیر مہائمی جلد ۲ ص: ۱۰۳ ، مطبوعہ بولاق ، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج ا ص: ۳۵ ، مطبوعہ بولاق ، مصر
(۴) تفسیر مہائمی ج: ا ص: ۴۱۸ ، مطبوعہ بولاق ، مصر

اضافة الأول لتحقیر المضاف والثانی لتعظیمه ۔ [1]

ترجمہ: یہ دونوں دین اصول وفروع کے اعتبار سے ایک نہیں ہیں بلکہ کسی نہ کسی جہت سے مختلف ہیں ۔ دین اول (کافروں کے دین) کو بطور مجاز یا مشاکلہ دین کہا گیا ہے اور دین دوم (اسلام) یہ حقیقتا دین ہے ۔ کیوں کہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے ۔ پہلے کی اضافت مضاف کی تحقیر وتذلیل کے لیے ہے اور دوسرے کی اضافت مضاف کی تعظیم وتوقیر کے لیے ہے ۔

ناسخ ومنسوخ

حضرت مخدوم مہائمی حسب موقع آیت کے ناسخ ومنسوخ ہونے کی وضاحت کرتے ہیں چناں چہ آپ آیت کتب علیکم اذا حضر أحدکم الموت "کے تحت فرماتے ہیں:

(کتب علیکم) أی فرض علیکم وکان قبل اٰیة المیراث فلما نزلت نسخت شرعیتها فی حق الوارث ووجوبها فی حق الکل ۔ [2]

ترجمہ: یعنی تم پر فرض کیا گیا ہے ۔ یہ حکم آیت میراث کے نزول سے پہلے تک تھا، جب آیت میراث نازل ہوگئی تو اس کی مشروعیت کا حکم ورثا کے حق میں اور اس کے وجوب کا حکم ہر ایک کے حق میں منسوخ ہوگیا۔

اور آپ آیت " هن لباس لکم و انتم لباس لهن "کے تحت فرماتے ہیں کہ اوائل اسلام میں یہ حکم تھا کہ عشا کے بعد جماع نہ کیا جائے ۔ [3]

عقائد اہل سنت

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں عقائد اہل سنت کو ثابت کرتے ہیں ۔ اور دلائل و براہین سے اس کی تائید بھی فرماتے ہیں ۔ ہم یہاں چند ایک ان عقائد کا ذکر کرتے ہیں جن کی اہل بدعت مخالفت کرتے ہیں ۔

❶ عقیدہ حیات سیدنا عیسی علیہ السلام کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص: ۴۱۶ ، مطبوعہ بولاق، مصر

(۲) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص ۱۷ ، مطبوعہ بولاق، مصر

(۳) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص ۳۰ ، مطبوعہ بولاق، مصر

(انی متوفییك)ای اٰخذ بکلیتك (و)لا ادع لك شهوة طعام ولا شراب فتحتاج الی مساکنة الارض لأنی (رافعك الی)ای الی سمائی۔ (۱)

ترجمہ:(میں تجھے وفات دینے والا ہوں)یعنی میں تیرے پورے جسم کو پکڑنے والا ہوں(اور)میں تیرے کھانے پینے کی خواہشات کو باقی نہ رکھوں گا کہ تو زمین میں رہنے کا محتاج ہو۔کیوں کہ میں(تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں)یعنی اپنے آسمان کی طرف۔

❷ آپ حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کا عقیدہ رکھتے تھے۔چناں چہ آپ آیت "وعلمک مالم تکن تعلم"کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وعلمك)من المغيبات(مالم تكن تعلم)بالاكتساب ولا بالمجاهدة۔ (۲)

ترجمہ:(اور آپ کو)وہ غیوب(سکھائے جو آپ)کسب ومجاہدہ سے نہیں جانتے تھے۔

اور"وماهو على الغيب بضنين"کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(وما هو)اظهار (الغيب بضنين)ای بخیل ولا یمکن الا بارسال ملك على صورة بشر هذا اذا قری بالضاد وان قری بالظا فمعناه کیف یشك فی رویة رسول الله ﷺ مع انه ما هو على اخباره عن الغیب بمتهم۔ (۳)

ترجمہ:وہ غیب کے اظہار کرنے میں بخیل نہیں ہے۔علم غیب کا اظہار فرشتہ کو انسانی شکل میں بھیج کر ہی ہو سکتا ہے۔بخیل کا معنی اس وقت ہوگا جب ضنین کو"ضاد"سے پڑھا جائے۔اور"ظا"سے پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ رسول ﷺ کے بتانے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے حالاں کہ آپ غیب کی خبر دینے میں متہم نہیں۔

اہل بدعت حضور اکرم ﷺ کے نفی علم غیب پر اس آیت "ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر"کو مستدل قرار دیتے ہیں۔لیکن حضرت مخدوم علیہ الرحمہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہاں علم غیب کی نفی سے مراد کل غیب ہے نہ کہ بعض غیب۔کیوں کہ حضور اکرم ﷺ عالم غیب ہیں نہ کہ عالم

(۱)تفسیر مہائمی ج: ۱ص ۱۱۳ ،مطبوعہ بولاق،مصر

(۲)تفسیر مہائمی ج: ۱ص ۱۶۵ ،مطبوعہ بولاق،مصر

(۳)تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۲۷۵ ،مطبوعہ بولاق،مصر

الغیب۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔[1]

(۳) شیخ مہائمی حضور اکرم ﷺ کی شان میں ادنی سی گستاخی حتی کہ آپ کی بار گاہ میں آواز بلند کرنے کو بھی منافی ایمان سمجھتے ہیں۔ چناں چہ آپ ایسے شخص پر جو اللہ و رسول سے آگے بڑھ جانے والے کو مسلمان جانے تعجب ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و کیف لا ینافی الایمان التقدیم علی الله و رسوله و قد نافی رفع صوته۔[2]

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھ جانا ایمان کے منافی کیوں نہ ہوگا جب کہ آپ کی بار گاہ میں آواز بلند کرنا ہی ایمان کے منافی ہے۔

ہر بسم اللہ کی نئی توجیہ

تفسیر مہائمی میں سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کی نئی توضیح و تشریح سورت کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جس کی مثال ہمیں کسی دوسری تفسیر میں نہیں ملتی۔ ایک ہی جملے کو مختلف طریقوں اور مختلف معانی میں اس طرح استعمال کرنا کہ کہیں بھی تفسیر و تشریح میں کوئی فرق نہ آئے اور سورت کا **مضمون** بھی معلوم ہو جائے یقینا یہ آپ کی زبان و بیان پر پوری قدرت کا ثبوت دیتا ہے۔ ذیل میں جن کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

سورۂ یوسف : (بسم الله) المتجلی بجمعیته فی آیات کتابه با الاخبار عمن ظهر فیهم بجمعیته مشعرا بها (الرحمن) بأ نزالها مناسبة لطباع الکل (الرحیم) بجعلها بلسان یتضمن من الأسرار ما لا یتضمنه غیره وهو العربی۔[3]

ترجمہ: (اللہ کے نام سے شروع) جو اپنی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ اپنی کتاب کی آیات میں جلوہ گر ہے اس کی خبر دیکر جو حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے سلسلے میں ظاہر ہوئی (جو رحمان ہے) اسے ہر ایک کی طبیعت کے مناسب اتار کر (جو رحیم ہے) اسے عربی زبان میں اتار کر جو ان اسرار و رموز کو شامل ہے جو کسی دوسری زبان میں نہیں۔

---

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ بولاق، مصر

(۲) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص: ۲۸۸، مطبوعہ بولاق، مصر

(۳) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ بولاق، مصر

سورۂ کہف : (بسم الله) المتجلی بجمعیته فی کتابه حتی ظهر استحقاقه للمحامد کلها علی انزاله (الرحمن) بأنزاله علی عبده الجامع الذی ارسله رحمة للکل (الرحیم) بجعله منذرا عن الباس الشدید لیفید خواص عبادہ بشارۃ الأجر الحسن الدائم ۔ (۱)

ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع)جو اپنی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ اپنی کتاب میں جلوہ گر ہے حتیٰ کہ اس کے نازل کرنے پر ظاہر ہو گیا کہ وہی تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے(جو رحمان ہے)اسے اپنے بندۂ کامل پر اتار کر جسے اس نے ہر ایک کے لیے رحمت بنا کر بھیجا(جو رحیم ہے)اسے سخت عذاب سے ڈرانے والا بنا کر تاکہ دائمی اجر حسن کی بشارت سے اپنے خاص بندوں کو فائدہ پہنچائے۔

سورۂ نسا : (بسم الله) المتجلی بجمعیته فی النفس الواحدة (الرحمن) بخلق زوجها منها و بث الرجال والنساء منهما لعمارة العالم (الرحیم) بما أمر من التقوی فی رعایة حقوقه و حقوق خلقه ۔ (۲)

ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع)جو اپنی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ نفس واحد میں جلوہ گر ہے(جو رحمان ہے)اس سے اس کا جوڑا پیدا کر کے اور عالم کی آبادی کے لیے اس جوڑے سے مرد و عورت کو پھیلا کر(جو رحیم ہے)حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت میں تقویٰ کا حکم دے کر۔

سورۂ طور : (بسم الله)المتجلی بجماله و جلاله فی هذه الأمور التی اقسم بها (الرحمن)بایجاد المقسم به لا صلاح الأفعال فی العموم (الرحیم) بنفی دافعه لیتم الا صلاح فهو رحمة خاصة لمن أصلح له۔ (۳)

ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع)جو اپنے جمال و جلال کے ساتھ ان امور میں جلوہ گر ہے جس کی اس نے قسم کھائی(جو رحمان ہے)مقسم بہ کو وجود بخش کر عام طور سے افعال کی اصلاح کرنے کے لیے(جو رحیم ہے)دافع عذاب کی نفی کر کے تاکہ اصلاح تام ہو جائے تو یہ خاص رحمت ہے اس شخص کے لیے جس کی اللہ تعالیٰ اصلاح کرے۔

(۱)تفسیر مہائمی ج: ۱ص۴۴۰ ، مطبوعہ بولاق، مصر
(۲)تفسیر مہائمی ج: ۱ص۱۳۹ ، مطبوعہ بولاق، مصر
(۳)تفسیر مہائمی ج: ۲ص۲۹۹ ، مطبوعہ بولاق، مصر

سورۂ جمعہ : (بسم الله) المتجلی بکمالاته فی سمواته وأرضه حتی نزهته عن النقائص الذاتیه والوصفیه والفعلیه (الرحمن) بارسال الرسول فی الأمیین (الرحیم) بتلاوة آیاته وتزکیته وتعلیمه الکتاب والحکمة۔[1]

ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع)جو اپنے کمالات کے ساتھ اپنے آسمان وزمین میں جلوہ گر ہے حتیٰ کہ اس کے کمالات نقائص ذاتیہ،وصفیہ اور فعلیہ سے پاک ہیں(جو رحمان ہے)رسول کو امیین میں بھیج کر(جو رحیم ہے)رسول کے ذریعہ آیت قرآنی کی تلاوت کرانے،لوگوں کو صاف وستھرا کرانے اور انہیں کتاب و حکمت سکھانے کی وجہ سے۔

سورۂ فیل: (بسم الله)المتجلی بکمالاته فی البیت حتی جعله قهر للأعداء و امنا للأولیاء (الرحمن)بجعل هذا القهر دلیلا لقهر أعدائه لیحترز وا عن عداوته (الرحیم)بجعل امنه دلیلا علی أمن المتوجه الیه فی سبیل الله من الحجاب عنه۔[2]

ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع)جو اپنے کمالات کے ساتھ خانہ کعبہ میں جلوہ گر ہے حتیٰ کہ اسے دشمنوں کے لیے خیر اور دوستوں کے لیے امن کا مقام بنایا(جو رحمان ہے)اس قہر کو اپنے دشمنوں پر قہر کرنے کے لیے نشانی بنا کر تا کہ وہ اس کی عداوت سے بچیں(جو رحیم ہے)اپنے گھر کے امن کو اس شخص کے لیے امن وسلامتی کی نشانی بنا کر جو دور دراز سے اس کا قصد کرتے ہیں۔

سورۂ تبت: (بسم الله)المتجلی بکمالاته فی هذا الدین بجماله فی اهله وجلاله فی مخالفیه (الرحمٰن)عن نجاه به عن التباب(الرحیم)به باهلاك أعدائه۔[3]

ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع)جو اپنے کمالات کے ساتھ اس دین میں،اپنے جمال کے ساتھ اپنے دوستوں میں اور اپنے جلال کے ساتھ اپنے دشمنوں میں جلوہ گر ہے(جو رحمان ہے)اس کے لیے جسے اس نے ہلاکت سے نجات دی(جو رحیم ہے)اس کے ذریعے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر کے۔

سورۂ نصر: (بسم الله)المتجلی بکمالاته فی نصره حتی جعله سبب ظهور دینه

(۱)تفسیر مہائمی ج: ۲ص:۳۴۰،مطبوعہ بولاق،مصر
(۲)تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۴۱۳ ،مطبوعہ بولاق،مصر
(۳)تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۴۱۷ ،مطبوعہ بولاق،مصر

(الرحمٰن)بفتحه بلاد الاسلام و علومه (الرحیم)بادخال الناس فیه افواجا۔[1]
ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع) جو اپنے کمالات کے ساتھ اپنی نصرت میں جلوہ گر ہے حتی کہ اسے اپنے دین کے غالب ہونے کا سبب بنایا (جو رحمان ہے) اسلامی ملکوں اور اسلامی علوم کو کھول کر (جو رحیم ہے) لوگوں کو اس میں فوج در فوج داخل کرکے۔
سورۂ کوثر: (بسم اللہ)المتجلی بکمالاته فی رسوله ﷺ (الرحمٰن)باعطائه الکوثر (الرحیم)بأمره بالصلوة و النحر۔[2]
ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع) جو اپنے کمالات کے ساتھ اپنے رسول ﷺ میں جلوہ گر ہے (جو رحمان ہے) آپ کو حوض کوثر عطا کرکے (جو رحیم ہے) آپ کو نماز و قربانی کا حکم دے کر۔
سورۂ زلزلہ: (بسم اللہ)المتجلی بکمالاته للأرض حتی تزلزلت (الرحمٰن)بتثقیل أعمال بنی آدم علیها حتی اخرجت (الرحیم)بما أوحی الیها من الاخبار بأسباب تلك الأعمال۔[3]
ترجمہ:(اللہ کے نام سے شروع) جو اپنے کمالات کے ساتھ زمین میں جلوہ گر ہے حتی تھر تھرانے لگے (جو رحمان ہے) بنی آدم کے کسب رزق کے وسائل میں تنوع پیدا کرکے یہاں تک زمین اپنے خزانے اگل دے (جو رحیم ہے) زمین کو ان اعمال کے اسباب کی خبریں بھیج کر۔

سورتوں کا تعارف

آپ نے تفسیر مہائمی میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر سورت سے پہلے اس کا مختصر تعارف کراتے ہیں۔ جس میں ایسی باتیں ذکر کردی ہیں جس سے اس کی وجہ تسمیہ سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس سورت میں کسی چیز کا بیان ہے۔ ذیل میں چند سورتوں کا تعارف بطور مثال پیش کیا جارہا ہے۔
سورۂ جن: سمیت به لاشتمالها علی تفاصیل أقوالهم فی تحسین الایمان و تقبیح الکفر

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۱۶، مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۱۰، مطبوعہ بولاق، مصر

مع کون أقوالهم أشد تاثیرا فی قلوب العامة لتعظیمهم ایاهم۔ (۱)
ترجمہ: اس کا نام سورہ جن رکھا گیا کیوں کہ یہ ایمان کے حسن اور کفر کے قبح میں جنات کے اقوال کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اور ان کے اقوال عوام کے دلوں میں زیادہ اثر پیدا کرتے ہیں کیوں کہ عوام ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

سورۂ مریم: سمیت بها لأن قصتها تشیر الی ان من اعتزل من أهله لعبادة الله و طلب بها اشراق نوره یرجی ان یکشف له عن صفات الحق وعن عالم الملکوت و یظهر له الکرامات العجیبة و هذا من أعظم مقاصد القرآن۔ (۲)
ترجمہ: اس سورت کا نام مریم رکھا گیا کیوں کہ حضرت مریم کا قصہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ جو اللہ کی عبادت کرنے اور اس سے اپنے نور کو روشن کرنے کے لیے اپنے اہل و عیال سے جدا ہو تو اس کے لیے حق تبارک و تعالی کی تجلی اور عالم ملکوت کے اسرار و رموز اور کرامات عجیبہ کے ظاہر ہونے کی امید ہے اور یہ قرآن کے عظیم مقاصد سے ہے۔

سورۂ یٰسٓ: سمیت به لدلالته باعتبار محتملاته علی غایة تعظیمه علیه السلام بما تقتضی الحکمة ارساله البتة و هذا من أعظم مقاصد القرآن۔ (۳)
ترجمہ: اس سورت کا نام "یٰسٓ" رکھا گیا کیوں کہ اس کے مندرجات آپ ﷺ کی تعظیم پر- اس حکمت کی وجہ سے جو یقیناً آپ ﷺ کے ارسال کا تقاضہ کرتی ہے -غایت درجہ دلالت کرتے ہیں۔ یہ قرآن کے عظیم مقاصد سے ہے۔

سورۂ محمد: سمیت به لما فیها من أن الایمان بما نزل علی محمد متفرقا اعظم من الایمان مجموعا علی سائر الأنبیاء علیهم السلام وهو من أعظم مقاصد القرآن و تسمی سورة القتال لدلالتها علی ارتفاع حرمة نفوس الکفار المانعة من قتالهم وما یترتب علی

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۲، مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۱۸۲، مطبوعہ بولاق، مصر

القتال و کثرة فوائده۔ (۱)

ترجمہ: اس سورت کا نام محمد رکھا گیا کیوں کہ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان پر ایمان لانا جو محمد ﷺ پر متفرق طور پر نازل ہوا ان سب پر ایمان لانے سے بڑھ کر ہے جو تمام انبیا علیہم السلام پر مجموعا نازل ہوا۔ اور یہ قرآن کے عظیم مقاصد سے ہے اور اس سورت کا نام سورۂ قتال بھی رکھا گیا کیوں کہ یہ سورت کفار کی جانوں کی اس حرمت کے ختم ہونے پر دلالت کرتی ہیں جو ان کے ساتھ قتال کرنے سے مانع تھی۔ اور قتال پر مرتب ہونے والے امور اور قتال کے کثرت فوائد پر دلالت کرتی ہے۔

سورۂ منافقین: سمیت بهم لأنه ذکر فیها من کلماتهم ما جمعوا فیها بین الصدق والکذب کما أنهم جمعوا بین الایمان والکفر ومن کلماتهم الشنیعة ما لم یذکر فی غیرها۔ (۲)

ترجمہ: اس سورت کا نام "منافقین" رکھا گیا کیوں کہ اس سورت میں منافقین کے ان کلمات کو ذکر کیا گیا ہے جس میں ان لوگوں نے صدق وکذب کو یکجا کر دیا ہے جیسا کہ انہوں نے ایمان وکفر کو یکجا کر دیا ہے۔ اور ان برے کلمات کو بھی ذکر کیا ہے جو کسی دوسری سورت میں مذکور نہیں۔

سورۂ ملک: سمیت به لاشتمالها علی کثیر مما ینبغی أن یکون علیه الملك من کثرة الخیرات وعموم القدرة والاحیاء والأماتة واختبار أعمال الناس والغلبة والغفران و رفع الابنیة لخدامه وعدم التفاوت فی رعایا و تزئین بلاده والقهر علی الأعداء والترحم علی الأولیاء والأمن ورخص الاسعار وان لا یقدر أحد علی نصر من عاداه ولا علی رزق من منعه وسمی الواقیة و المنجیة لأنها اتقی و تنجی من عذاب القبر علی ما فی الحدیث۔ (۳)

ترجمہ: اس سورت کا نام "ملک" اس لیے رکھا گیا کیوں کہ یہ سورت بہت سی ان چیزوں پر مشتمل ہے جن پر بادشاہ کا ہونا مناسب ہے۔ جیسے خیرات کی کثرت قدرت کی عمومیت، مارنا جلانا، لوگوں کے اعمال کا

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۱ص ۲۸۶، مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۳۴۲ ، مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۳۵۴ ، مطبوعہ بولاق، مصر

امتحان لینا، غلبہ، مغفرت فرمانا، اپنے خادموں کے لیے عمارت بنانا، رعایا میں تفاوت نہ برتنا، اپنے شہروں کو سجانا، دشمنوں پر قہر اور دوستوں پر رحم کرنا، امن و سلامتی رکھنا، دشواریوں میں آسانی کرنا، جو اس کا دشمن ہو اس کی مدد پر اور جس سے وہ رزق روک لے اسے رزق دینے پر کسی کا قدرت نہ رکھنا۔ اس کا نام "واقیہ" اور "منجیہ" بھی رکھا کیوں کہ یہ زیادہ ڈرانے والی اور عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

سورۂ فتح: سميت به لدلالتها على فتح البلاد والحج والمعجزات والحقائق وقد ترتب على كل واحد منهما المغفرة واتمام النعمة والهداية والنصر العزيز وكل هذه أمور جليلة۔[1]

ترجمہ: اس سورت کا نام "فتح" رکھا گیا کیوں کہ یہ شہروں کے فتح ہونے، حج، معجزات اور حقائق کے انکشاف پر دلالت کرتی ہے اور یقیناً ان میں سے ہر ایک پر مغفرت، اتمام نعمت و ہدایت اور غالب مدد مرتب ہوتی ہے اور یہ تمام امور جلیلہ ہیں۔

سورۂ الم نشرح : سميت به لدلالته بطريق التاكيد على منشاء الكمال المحمدي وهو اتساع صدره بأنوار التجليات الالٰهية۔[2]

اس سورت کا نام "الم نشرح" رکھا گیا کیوں کہ یہ بطور تاکید کمال محمدی ﷺ کے منشا پر جو کہ آپ کے سینۂ مبارک کو تجلیات الٰہی کے انوار سے کشادہ کرنا ہے، پر دلالت کرتی ہے۔

سورۂ تین : سميت به لأنه أجمع الفوائد جمع بدن الانسان اسرار الأجسام الذي به استحق الروح الجامع للكمالات فأشبه الفاظ القرآن المتضمنة للأسرار الجامعة۔[3]

ترجمہ: اس سورت کا نام "تین" رکھا گیا کیوں کہ یہ بہت سے فوائد کی جامع ہے اس میں انسان کے بدن میں ان اجسام کے رموز و اسرار کو جمع کیا جن کی بنیاد پر روح تمام کمالات کی جامع ہونے کی مستحق ہوئی۔ تو انسان کا بدن قرآن کے ان الفاظ کے مشابہ ہے جو جامع اسرار کو متضمن ہے۔

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۰۶، مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ بولاق، مصر

سورۂ کوثر: سمیت به لدلالته علی فضل رسول الله ﷺ علی سائر الرسل علیهم السلام بما یؤتی یوم القیامة من الکوثر وهو من أعظم مقاصد القرآن ۔[1]

ترجمہ: اس سورت کا نام "کوثر" اس کے تمام رسل پر حضور اکرم ﷺ کی فضیلت پر دلالت کرنے کی وجہ سے رکھا گیا۔ اس حوض کوثر کی وجہ سے جو آپ ﷺ کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اور یہ قرآن کے عظیم مقاصد سے ہے۔

فلسفیانہ و منطقانہ استدلال

حضرت مخدوم علیہ الرحمہ، الوہیت، ربوبیت، نبوت و رسالت اور معمولات اہل سنت کو زبر دست منطقانہ و فلسفیانہ انداز میں ثابت کرتے ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک مثال ذکر رہے ہیں۔

(لقوم یعقلون) أی یستعملون العقل اما دلالة السماء و الأرض علی وجود الالٰهی فلأنهما حادثان لأن لهما أجزاء یفتقران الیها فلا بد بهما من محدث لیس بعض أجزائهما لأنه دخله الترکیب الحادث والقدیم لا یکون محله للحوادث والمحدث لا بد أن یکون قدیما قطعا للتسلسل ۔[2]

ترجمہ: (اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے) یعنی عقل کا استعمال کرتی ہے۔ یا تو اللہ کے وجود پر زمین و آسمان کی دلالت سے کیوں کہ یہ دونوں حادث ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں کے ایسے اجزا ہیں جن کے یہ دونوں محتاج ہیں۔ تو ان کے لیے ایسے محدث کا ہونا ضروری ہے جو ان کے اجزا سے نہ ہو کیوں کہ ترکیب میں حادث ہی شامل ہوتا ہے اور قدیم حوادث کا محل نہیں ہوتا۔ تسلسل کے محال ہونے کی وجہ سے۔ محدث کا قدیم ہونا یقینی طور پر ضروری ہے۔

حروف مقطعات کی وضاحت

حروف مقطعات کا علم اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو ہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسرین اس کے معانی بیان کرنے سے قلم انداز کرتے ہیں۔ لیکن علماے راسخین نے ان کی توضیح کی ہے اور ان حروف کے مختلف معانی بیان کیے ہیں یعنی یہ کہ یہ حروف بطور قسم وارد ہوئے ہیں یا اللہ سبحانہ

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۱۵ مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج: ۱ ص ۶۷ مطبوعہ بولاق، مصر

تعالی کے اسماہیں یانبوت کی علامت ہیں یاان حروف حروف تہجی کی طرف توجہ دلانامقصود ہے وغیرہ۔
حضرت مخدوم مہائمی اور بعض دیگر اہل علم کے نزدیک حروف مقطعات مختلف متعیّن الفاظ کے مخففات (short form)ہیں۔یعنی یہ کہ متعیّن الفاظ کی جگہ ایک ایک حرف استعمال کیے ہیں اور یہ طریقہ ہر زبان میں رائج ہے مثلا انگلش میں airconditonکی جگہ صرف" AC "کا استعمال ہوتا ہے۔چناں چہ حضرت مخدوم مہائمی نے موقع ومحل کے اعتبار سے اندازاًہر ہر حرف کی توجیح متعیّن الفاظ سے کردی ہے۔ان میں سے بعض یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

❶ (کھیعص) أی کبیر هبة ید عزیزة صاعدة أو کاف هدایة یقین عال صاف أو کرم هاطل یمن عام صادق أو کاشف هم یائس عظیم صعب أو نحو ذلك مما یناسب المقام۔ (۱)

ترجمہ:(کھیعص)بڑے عظیم جودوسخااور کرم ونوال والااور بلند دست قدرت والا،یایقین وہدایت عطا کرنے والا نہایت اعلی شان والا تمام عیوب ونقائص سے پاک،یا بے پناہ لطف وکرم والاعام وتام فضل وبرکت کا مالک سب سے سچا،یا یاس وقنوطیت کے سمندر میں غوطہ زنوں کی دست گیری کرنے والا با عظمت جس کی بلندیوں سے عقل انسانی عاجز ہے،یااس کے جیسے معانی جواس مقام ومرتبہ کے لائق ہیں۔

❷ طہ

(طه)یاطاهرا عن النقائص و أسباب الشقاوة هادیا الی الکلمات وأسباب السعادة أو یا طالع الهبة أو یا طالبا للحق هادیا اما سواه أو یا طیبا هبة استعداده أوغیر ذلك مما یناسب المقام۔ (۲)

ترجمہ:(طه)اے !نقائض واسباب شقاوت سے پاک،اور کمالات و اسباب سعادت کی راہ دکھانے والے،یااے!بلند ہمت،یااے!طالب حق اور ماسوا اللہ سے پھیر کر معبود حقیقی کی بارگاہ میں جھکانے والے یااے!طیب وطاہر ہیبت وجلال والے یااسی طرح کی عبارت جوان کے مقام ومرتبہ کے لائق ہو۔

❸ الم

(۱)تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۲مطبوعہ بولاق،مصر
(۲)تفسیر مہائمی ج: ۲ص ۱۴مطبوعہ بولاق،مصر

(الٓمٓ) أي أنا الله المحيط علما أو الله لطفه محيط أو اختلط اللطف بالمهن والاعتبار في اللطف بالمنتهى أو غير ذلك مما يناسب المقام۔ (۱)

ترجمہ: (الم) یعنی میں اللہ جس کا علم محیط ہے، یا اللہ جس کا لطف وکرم محیط ہے یا اللہ کا لطف وکرم آزمائش سے ملا ہوا ہے یا لطف وکرم میں اعتبار خاتمہ کا ہے یا اسی طرح کی کوئی اور عبارت جو اس مقام کے مناسب ہو۔

۴ یٰسٓ

(یٰس) ای اقسم بيدك المستولية على الكمالات الانسانية وسيادتك فيها بالتبع على سائر افراده اوبيمنك وسبقك بالفضائل او باليقين بالسير المرضية مما انت عليه وتدعوا اليه او بالسير و السرعة التي لك في الترقي الىٰ مدارج الكمالات۔ (۲)

ترجمہ: (یٰس) یعنی میں قسم کھاتا ہوں تیرے ہاتھ کی جو تمام انسانی کمالات پر حاوی ہے اور کمالات میں آپ کی برتری کی قسم کھاتا جو قدرتا تمام انسانوں پر ہے۔ یا آپ کی برکت اور فضائل میں آپ کی سبقت کی، یا یقین کی اور آپ کی پاک سیرت کی جس کے آپ حامل اور جس کی طرف دعوت دیتے ہیں، یا مدارج کمالات میں آپ کی تیز رفتار ترقی کی۔

۵ حٰمٓ

(حم) اى الحس على الخيرات و المنع من السيئات يتضمنه حم السجدة۔ (۳)

ترجمہ: حم یعنی ان بھلائی پر ابھارنا اور برائی سے روکنا جن کو سورہ حم السجدہ شامل ہے۔

۶ حٰمٓ

(حم) حاوى الكمالات و ماحى النقائض او الحلاوة و الملاحة او الحياة والمناسب اوالحب و المكانة۔ (۴)

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ بولاق، مصر
(۲) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ بولاق، مصر
(۳) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ بولاق، مصر
(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۲۳۵ مطبوعہ بولاق، مصر

ترجمہ: حم جو کمالات پر حاوی اور نقائص کو مٹانے والا ہے یا حلاوت و ملاحت یا حیات ومناسب یا محبت و مقام۔

ربط آیات

عام طور پر مفسرین کا یہ معمول ہوتا ہے کہ وہ آیتوں کی تشریح بیان کرتے جاتے ہیں اور اگر کوئی واقعہ آجائے تو اس کا حوالہ دے دیتے ہیں اور اس بات کا خیال بہت کم ہی رکھتے ہیں کہ ماقبل و مابعد کی آیتوں میں کوئی مطابقت ہے یا نہیں۔

قرآن کریم کا نزول مختلف اوقات اور مختلف حالات میں ہوا ہے اس لیے آیتوں میں باہمی مطابقت پیدا کرنا اور ہر ایک کا دوسرے سے ربط و تعلق دکھانا بہت مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ مگر حضرت مخدوم مہائمی نے نظم قرآن کو ہی اپنی تفسیر کا اصل موضوع بنایا ہے۔ اور اسے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہونچا دیا ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک قرآن پاک کی ایسی تفسیر کر دی ہے کہ پورہ قرآن باہم منسلک اور ملا ہوا نظر آتا ہے مثلا سورۂ کہف آیت نمبر ٦#اور اس کے ماقبل کی آیات کا ربط آیت نمبر ٨،٧ سے ظاہر نہیں ہوتا ہے اس کو علامہ مہائمی نے اس طور پر ظاہر کیا ہے:

(فلعلك باخع نفسك علیٰ آثارهم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا)ای افراط الحزن المفضی الیٰ افراط الغضب علیهم فازعموا انهم کیف یکونون محل الغضب وهو زینة الخلائق لاتصافهم بعلم الکتاب و الزینة توجب المیل الیها لاالغضب علیها قیل لهم غایة امرهم لهم زینة دنیویة کزینة ما علی الارض (انا جعلنا ما علیٰ الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا ۔وانا لجعلون ما علیها صعیدا جرزا ۔ [1]

ترجمہ: (تو کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو تلف کر دیں گے ۔ اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں افسوس کرتے ہوئے۔) یعنی فرط غم میں جو ان پر زیادتی غضب کا سبب ہے۔ کیوں کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان پر غضب کیسے ہو سکتا ہے، حالاں کہ وہ مخلوق کی زینت ہیں کیوں کہ وہ کتاب کا علم رکھتے ہیں۔ اور زینت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی طرف مائل ہوا جائے نہ کہ اس پر غضب کیا جائے۔ تو ان سے کہا گیا کہ

(۲) تفسیر مہائمی ج: ا ص ۴۴۰ مطبوعہ بولاق، مصر

ان کا معاملہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے لیے دنیاوی زینت ہے جیسے زمین کے اوپر کی زینت (بے شک ہم نے ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں زمین کے لیے زینت بنایا تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے اور ہم ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں غیر آباد چٹیل میدان بنانے والے ہیں۔

اسی طرح سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۰۸ اور اس کے ماقبل کی آیات کا ربط آیت نمبر ۱۰۹ اور اس کے مابعد سے ظاہر نہیں ہوتا ہے اس کو آپ نے اس طرح ظاہر کیا ہے:

(ان الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت کانت لھم جنٰت الفردوس نزلا۔خٰلدین فیھا لا یبغون عنھا حولا) لاشتمالھا علی مالا یتناھی من مراتب الکرامات فان طلبوا لھذا العطاء المشتمل علی مالا یتناھی من الفضائل مثالا (قل) مثاله القرآن المشتمل علیٰ ما لا یتناھی من العلوم فانه (لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددا)۔ [۱]

ترجمہ: (یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغات رہائش گاہ ہوں گے۔جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے منتقل ہونا نہ چاہیں گے۔) کیوں کہ وہ کرامات کے غیر متناہی مراتب پر مشتمل ہے۔تو اگر وہ فضائل کے اس غیر متناہی عطا کی کوئی مثال طلب کریں (تو آپ فرمادیجیے کہ) اس کی مثال قرآن ہے جو غیر متناہی علوم پر مشتمل ہے۔کیوں کہ (اگر میرے رب کے کلمات کے لیے سمندر، روشنائی ہوجائے تو میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہوجائے گا اگرچہ ہم اس کی مدد کے لیے اسی کے مثل اور روشنائی لے آئیں۔)

تفسیری نمونہ

آخیر میں ہم تفسیر مہائمی سے "سورۂ الم نشرح" کی تفسیر بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

سمیت به لدلالته بطریق التاکید علی منشاء الکمال المحمدی وهو اتساع صدره بأنوار التجلیات الالهیة (بسم الله) المتجلی بأنواره فی الصدر المحمدی حتی شرحه

(۱) تفسیر مہائمی ج:۱ ص: ۴۵۷ مطبوعہ بولاق، مصر

(الرحمن) بوضع وزره عنه (الرحيم) برفع ذكره (ألم نشرح) أي ألم نوسع بأنوار التجليات (لك) أي لتكميلك بالعلوم و الشرائع (صدرك) وهو وجه القلب يلي النفس وهو أضيق مما يلي الروح فاذا اتسع صار ذلك أوسع (و) من هذى التوسيع (وضعنا) أي أزلنا (عنك وزرك) أي ثقل أداء الرسالة وكان ضيقا لأنه (الذى) كان من ثقله عليك (انقض) أي كسر (ظهرك) وكسر الظهر ضيق على النفس (و) بهذا الشرح والوضع (رفعنا لك ذكرك) بجعله مقرونا بذكرنا في كلمة الشهادة والأذان والاقامة والخطب وبه تم الوضع لأنه حصل بذلك جاه يسهل قبول قوله بعد الصعوبة و انما كان لك الشرح والوضع والرفع لأنك ابتليت بعسر أداء الرسالة والسنة الالٰهية قرنت كل عسر بيسرين (فان مع العسر يسرا ان مع) ذلك (العسر) اذا اعيد معرفة (يسراً) اٰخر اذا اعيد نكرة وانما ذكر مع ههنا مع تحقق تقدم وتأخر لقرب الزمان واذا كان مع العسر الواحد يسران وقد تسير عليك أداء الرسالة بيسر الشرح والوضع (فاذا فرغت) من أداء الرسالة (فانصب) أي فاتعب للعبادة فان مع تعبها يسر الثواب والقرب (و) ان عسرت عليك مع ذلك (الى ربك فارغب) فانها تنزيل تعبها بالكلية ...تم
والله الموفق والملهم والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين سيدنا محمد ﷺ وآله اجمعين۔ [1]

ترجمہ: اس سورت کا نام "الم نشرح" رکھا گیا کیوں کہ یہ بطور تاکید کمال محمدی ﷺ ۔ جو کہ آپ کے سینہ مبارک کو تجلیات الٰہی کے انوار سے کشادہ کرنا۔ پر دلالت کرتی ہے ن (اللہ کے نام سے شروع) جو اپنے انوار کے ساتھ سینہ محمدی میں جلوہ گر ہے حتیٰ کہ اسے کشادہ کردیا (جو رحمٰن ہے) آپ ﷺ سے آپ کا بوجھ اتار کر (جو رحیم ہے) آپ ﷺ کا ذکر بلند کرکے (کیا ہم نے نہ کھولا) یعنی کیا ہم نے انوار تجلیات سے کشادہ نہ کیا (تمھارے لیے) یعنی علوم وشرائع سے آپ کی تکمیل کے لیے (تمھارا سینہ) اور یہ دل کی جانب کا حصہ ہے جو نفس سے متّصل ہے اور اس سے تنگ ہے جو روح سے متّصل ہے تو جب اسے

(۱) تفسیر مہائمی ج: ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ بولاق، مصر

کشادہ کیا گیا تو اس سے زیادہ کشادہ ہوگیا جو روح سے متّصل ہے (اور) اس کشادہ کرنے سے (ہم نے اتار لیا)یعنی دور کردیا (آپ سے آپ کا وہ بوجھ)یعنی رسالت کے اداکرنے کا بوجھ اور وہ تنگ تھا کیوں کہ (جس نے)آپ پر اپنے بار کی وجہ سے (بوجھل کردیا تھا)یعنی توڑ دیا تھا (آپ کی کمر)اور کمر کا ٹوٹنا جان پر دشوار ہوتا ہے (اور)اس کشادہ کرنے اور بوجھ اتارنے سے (ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کردیا) کلمہ شہادت ،اذان ،اقامت اور خطبے میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ملاکر اور ایسا کرنے سے بوجھ کا اتارنا تام ہوگیا کیوں کہ اس سے ایسی جاہ حاصل ہوگئی جس نے صعوبت کے بعد آپ کے قول کے قبول ہونے کو آسان کردیا۔آپ کے لیے سینہ کشادہ کرنا، بوجھ کا اتارنا،اور ذکر کو بلند کرنا اس لیے تھا کیوں کہ آپ پیغام رسالت اور سنت الٰہیہ کے پہنچانے میں دشواری میں مبتلا کیے گئے۔ہر دشواری کے ساتھ دو آسانی ملادی گئی (کیوں کہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے یقینا ساتھ)اس (تنگی کے)اگر "العسر" کا اعادہ بحالت معرفہ ہو (آسانی ہے)دوسری آسانی اگر "یسر" کا اعادہ بحالت نکرہ ہو اور تقدم و تاخر کے باوجود یہاں پر "مع" کا ذکر زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے ہوا،اور ادائے رسالت کے کام شرح صدر ،وضع وزر سے آسان ہوگیا (توجب فارغ ہوجاؤ)ادائے رسالت سے (توکوشش کرو)یعنی عبادت میں لگ جاؤ کیوں کہ عبادت میں لگنے سے ثواب اور قرب الٰہی کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔(اور)اس کے باوجود اگر آپ پر دشوار ہو (تو اپنے رب کی طرف مائل ہو)کیوں کہ وہ عبادت کی تھکاوٹ کو دور کرنے والا ہے۔تمام ہوا، اللہ ہی توفیق دینے والا، الہام کرنے والا ہے اور تمام تعریف رب العٰلمین کے یے ہے اور درود و سلام ہو رسولوں کے سردار سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے تمام آل پر۔